معیشتِ مصطفوی

اعلیٰحضرت اور صلی اللہ علیہ وسلم

مؤلفہ

اراؤ سلطان المجاہد طاہری

سینئر سول انجینئر

او ٹی ایل ۔ اوکاڑہ

لائبریری

فکرِ رضا و طاہر

اراؤ ہاؤس چوک رحمانیہ ٹیکسٹائل ملز فیصل آباد پاکستان

اعلیٰحضرت اور معیشتِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم

مؤلف
ابوسلطان الحامد طاہری

مصنّف سے خط و کتابت کا عارضی پتہ:-
سینیئر سول انجینئر ۔ مکان ۔ 5 ۔ بی
آفیسرز کالونی ۔ اوکاڑہ ٹیکسٹائلز لمیٹڈ، اوکاڑہ

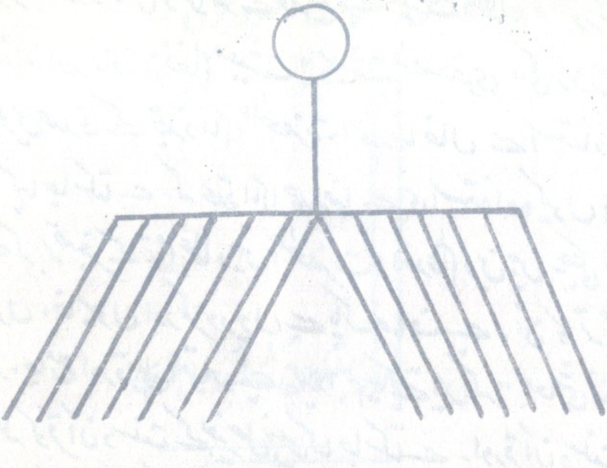
کتاب: اعلیٰ حضرت اور عشقِ مصطفوی
تصنیف: اراد سلطان المجاہد طاہری
بار اشاعت: اوّل اکتوبر ۱۹۸۶ء
تعداد: ۱۱۰۰
ہدیہ: [illegible] روپے

دفتر لائبریری "فکرِ رضا و طاہر" اراد ہاؤس ۔ چوک رحمانیہ ٹیکسٹائل ملز ۔
۔ فیصل آباد ۔

اِنتساب

— معاشی ماہرین کے نام جو اعلیٰحضرت مجدد امام احمد رضا کی تحقیق و فکر سے استفادہ کر کے معیشتِ مصطفوی صلی اللہ علیہ وسلم پر کام کر رہے ہیں۔

— اور اُن مسلمانوں خصوصاً طلباء و نوجوانوں کے نام جنہیں یہ مختصر کتاب معیشتِ مصطفوی صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف متوجہ کر دے۔



بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

نَحْمَدُہٗ وَنُصَلِّی عَلٰی رَسُوْلِہِ الْکَرِیْمِ وَعَلٰی اٰلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ اَجْمَعِیْنَ ۝ اِھْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِیْمَ ۝ صِرَاطَ الَّذِیْنَ اَنْعَمْتَ عَلَیْھِمْ ۝ غَیْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَیْھِمْ وَلَا الضَّآلِّیْنَ ۝ اٰمِیْن ۝

حرفِ آغاز

یہ مختصر رسالہ "اعلیٰحضرت اور معیشتِ مصطفوی" دراصل معیشت دانوں اور اسلامی معاشی نظام پر کام کرنے والے سکالروں کو متوجہ کرنے کیلئے تحریر کیا گیا ہے۔ امتِ مسلمہ میں آج یقیناً قابلِ فخر معیشت دان و علمائے کرام موجود ہیں۔ اور اپنی آسانی کے مطابق اپنی پسند کے موضوعات پر کتابیں بھی لکھ رہے ہیں۔ اور لکھ چکے ہیں۔ لیکن عوام میں ایک طبقہ ایسا ہونا چاہیئے جو خطوط، گفتگو اور ملاقات کے ذریعہ اور رسائل وجرائد کے ذریعہ اپنے معیشت دانوں کو مجبور کرے کہ وہ منصفانہ اور عادلانہ نظامِ معیشت "معیشتِ مصطفوی" کی روح کو سمجھنے کیلئے چودہویں صدی کے مجدد امام اعلیٰحضرت احمد رضا خاں سے استفادہ کریں۔

کہا جاسکتا ہے۔ کہ مجدد امام احمد رضا سے ہی استفادہ کیوں؟ — جواب یہ ہے کہ برصغیر کے تمام علماء میں اعلیٰحضرت واحد عالمِ دین ہیں جنکی قرآن فہمی غلطیوں، خامیوں اور کمزوریوں سے پاک صاف ہے۔ اُن کا ترجمۂ قرآن مستند، جامع اور قابلِ اعتبار ہے۔ لہذا ہم یہ کہتے ہیں کہ "معاشی نظام" جیسے اہم مسئلہ کو قرآن وسنت کے بغیر حل نہیں کیا جاسکتا ہے۔ اور قرآن وسنت سے استفادہ اس شخصیت کی تحقیق وفکر سے کیا جانا چاہیئے جسکی قرآن فہمی مستند ہو۔

"معیشتِ مصطفوی" پر کام کرنے والوں نے اگر کسی ایسے محقق کی فکر سے استفادہ کیا۔ جس کی قرآن فہمی غیر مستند اور غلطیوں وخامیوں کی حامل ہو تو ظاہر ہے۔ کہ "معیشتِ مصطفوی" (نبوی تصور ملکیت) پر کیا گیا کام بھی غیر مستند ہوگا۔ اور کمزوریوں وغلطیوں کے امکان سے نہیں بچ سکے گا۔

اس کا ذکر ہم نے اس مختصر رسالہ میں کیا ہے۔ اِس کے مطالعہ کے بعد انشاء اللہ معاشیات میں دلچسپی رکھنے والے ساتھیوں اور ہمارے معیشت دانوں میں اعلیٰحضرت مجدد امام کی تحقیق وفکر سے رہنمائی حاصل کرنے کا رجحان مزید بڑھے گا۔

معاشیات سے وابستہ ماہرین سے التجا ہے۔ کہ وہ آپس میں خط وکتابت کے ذریعہ رابطہ قائم کرکے اسلامی معاشی نظام پر کام کرنے کیلئے مشترکہ لائحہ عمل اختیار کریں۔

اِنشاء اللہ اُن کی کاوش مقبول ومحمود ہوگی۔

آمین!

راؤ سلطان المجاہد طاہری

عنوانات

معاشی نظریہ کیا ہے — فوج اور انتظامیہ کے عہدیدار تو خواہ مخواہ — عنقریب وہ دور — نامور معیشت دان پروفیسر محمد رفیع اللہ — نظریہ روزگار و آمدنی — کینز کو لارڈ کا خطاب — اعلیٰحضرت کی فہم و فراست — مجدد امام کے چار نکات — اعلیٰحضرت کی سوجھ بوجھ کا قائل ہونا پڑتا ہے۔

بلا سود بنکاری کا عبوری خاکہ — پروفیسر ڈاکٹر محمد طاہر القادری — اعلیٰحضرت کی فکر و تحقیق کے زندہ حوالے — کرنسی نوٹ کی حقیقت پر اعلیٰحضرت کی بحث — معاملۂ قرض — معاملۂ بیع — قومی بچت کی سکیمیں۔

شاید خیال گزرے — اعلیٰحضرت کی تحقیق و فکر عام کرنیکے چار مرحلے — اگر گریبان میں جھانکنے کی فرصت ہے۔ معاشی مسئلہ اور اسکا اسلامی حل

یہ کیا مذاق ہے ـــ ایک لفظ کا معنیٰ
تبدیل پورا نظام تبدیل ـــ سورہ زخرف کی
آیت 32 اور 33 ـــ قرآن کی مقصدیت
ـــ سپریم کورٹ ـــ آیت کا پس منظر ـــ
قادری صاحب آپ کا موقف کیا ہے ـــ
ایک اہلحدیث عالم چونک اٹھے ـــ
سپریم کورٹ میں اعلیٰحضرت کا ترجمہ نہیں تھا۔
ـــ ترجمہ آئمہ قرآن کے مطابق ـــ
اعلیٰحضرت آپکی کمالِ فہمِ قرآن ـــ

35 ـــ 50

ارشادِ خداوندی

اَهُمْ يَقْسِمُوْنَ رَحْمَتَ رَبِّكَ ط نَحْنُ قَسَمْنَا بَيْنَهُمْ مَّعِيْشَتَهُمْ فِى الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَرَفَعْنَا بَعْضَهُمْ فَوْقَ بَعْضٍ دَرَجٰتٍ لِّيَتَّخِذَ بَعْضُهُمْ بَعْضًا سُخْرِيًّا ط

(ترجمہ)

کیا تمہارے ربّ کی رحمت وہ بانٹتے ہیں۔ ہم نے ان میں اُن کی زیست کا سامان دُنیا کی زندگی میں بانٹا اور اُن میں ایک دوسرے پر درجوں بلندی دی۔ کہ ان میں ایک دوسرے کی ہنسی بنائے۔

(زخرف آیت 32)

کوئی کیا جانے کہ کیا ہو

(صلی اللہ علیہ وسلم)

مصطفےٰ خیر الوریٰ ہو ۔ سرورِ ہر دو سرا ہو
بد کریں ہر دم بُرائی!
تم کہو ان کا بھلا ..... ہو
تم سے غم کو کیا تعلق ۔ بے کسوں کے غمزدہ ہو
وُہ عطا دے تم عطا لو!
وُہ وہی چاہے ۔ جو چاہا ہو
کوئی اور کیا جانے کہ کیا ہو ۔ عقلِ عالم سے وراء ہو
سب سے اوّل سب سے آخر
ابتدا ہو ۔ انتہا ہو

*

سب تمہاری ہی خبر تھے
تم مؤخر مبتداء ہو

صلی اللہ علیہ وسلم

(از :۔ مجدّد امام احمد رضا)

ارشادِ غوث اعظم
رضی اللہ تعالیٰ عنہ

"تم ہمیشہ مسکینوں (غریبوں) کو ناراض کرتے ہو۔ اور چاہتے یہ ہو کہ اللہ تعالیٰ راضی ہو جائے۔ اُسکی رضا تمہارے ہاتھ نہ لگے گی۔ بلکہ غضب الٰہی میں پلٹے کھاؤ گے"

"اگر اپنے مال اور مرتبہ اور اہل اور اسباب پر توکل کیا تو اللہ کے غضب میں پڑا۔ اور یہ چیزیں بھی جاتی رہیں گی۔"

"مال دار! اللہ کو چھوڑ کر مال میں مشغول نہ ہو۔ شاید کہ کل (کا دن) آئے اور تو فقیر ہو جائے"

فتح ربانی 239،226،210

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اَهُمْ يَقْسِمُوْنَ رَحْمَتَ رَبِّكَ نَحْنُ قَسَمْنَا بَيْنَهُمْ مَّعِيْشَتَهُمْ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَرَفَعْنَا بَعْضَهُمْ فَوْقَ بَعْضٍ دَرَجٰتٍ لِّيَتَّخِذَ بَعْضُهُمْ بَعْضًا سُخْرِيًّا (43/32) سورہ زخرف

(ترجمہ) - کیا تمہارے رب کی رحمت وہ بانٹتے ہیں - ہم نے ان میں ان کی زیست کا سامان دنیا کی زندگی میں بانٹا اور اُن میں ایک دوسرے پر درجوں بلندی دی - کہ ان میں ایک دوسرے کی ہنسی بنائے

اعلیحضرت اور --- معیشت مصطفوی صلی اللہ علیہ وسلم

*

- قرآن نے ہمیں کونسا معاشی نظام عطا کیا ہے - یعنی ہم مسلمانوں کی معیشت کیلئے منہاج القرآن کیا ہے ؟ ——— حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی ہمیں ایک بہترین " معاشی نظام " کا نمونہ فراہم کرتی ہے آج کے دور میں ——— تمام قومی اور بین الاقوامی سطح کی سیاسی یا غیر سیاسی تنظیموں اور دینی وسماجی تحریکوں اور اداروں کی بقا کا راز ہی اِس میں پوشیدہ ہے ، کہ اُن کا

" معاشی نظریہ کیا ہے ؟ "

کیا جس معاشی نظریہ کو وہ اسلامی کہہ رہے ہیں - وہ اسلامی بھی ہے ؟ یہی وجہ ہے کہ آج وہ ادارے جنہوں نے اپنے نام کے ساتھ اسلام اور دین کے الفاظ تو شامل کر لئے ہیں - مگر اُن کا یا تو کوئی معاشی نقطۂ نظر ہی نہیں ہے - یا پھر اگر اُن کا معاشی نقطۂ نظر ہے - تو وہ صرف نام کی حد تک اسلامی ہے - اور مخصوص گروہوں اور اجارہ داروں کے مفادات کے تحفظ کا غماز ہے ——— یہی وجہ ہے کہ عوام اُنکی " معاشی جانبداری " کا کھوج لگا لیتے ہیں - اِس طرح یہ ادارے

عوام کی تائید وحمایت اور مسلمانوں کی اکثریت کے اتفاق رائے سے محروم ہو جاتے ہیں ——— پھر یہ ہوتا ہے کہ یہ ادارے، تنظیمیں اور تحریکیں صرف اپنے اپنے دفتروں اور اپنے رہنماؤں کے سالانہ اجتماعات اور اخباری بیانات تک محدود ہو جاتی ہیں۔ اور ان کی بقا کا دارومدار صرف چند افراد کی مالی اعانت پر رہ جاتا ہے۔

لہٰذا

ہمیں یہ کرنا ہے۔ کہ اس ملک کی پچھتر فیصد مسلمان آبادی (حنفی بریلوی) کی نمائندگی کرنے والی تنظیموں، تحریکوں اور جماعتوں کے رہنماؤں اور ماہرین کو منصفانہ اور عادلانہ " اسلامی معاشی نظام " مرتب کرنے کی ترغیب دینی ہے۔ جو ہمارے ملک کے حالات کے مطابق غریب مسلمانوں کیلئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے دیئے ہوئے نمونہ کے مطابق ہو۔ شریعت محمدی صلی اللہ علیہ وسلم کی ابتدائی صدیوں میں سیدھا سادہ معاشی نظام ہوتا تھا۔ اور زیادہ توجہ انتظامی امور اور سیاسی استحکام پر صرف کرنی پڑتی تھی۔ اسی لیے اُس دور میں فوج اور انتظامیہ کے عہدیداروں کی نسبتاً زیادہ اہمیت ہوتی تھی۔ لیکن آج " معاشی پیچیدگی اور اُس کے حل تلاش کرنے " کا دور ہے۔ آج کے دور میں فوج اور انتظامیہ کے اعلیٰ عہدیدار تو خواہ مخواہ اپنی اہمیت جتاتے پھر رہے ہیں۔ دراصل " معیشت دان " ہی جدید دور کے نظامِ حکومت میں ریڑھ کی ہڈی کی حیثیت رکھتے ہیں۔

عنقریب وُہ دور

عنقریب وُہ دور بھی آنے والا ہے۔ کہ جو سیاسی جماعت یا تحریک معیشت کی گتھیوں

کو سلجھانے والے مسلمان ماہرین پر مشتمل ہوگی - وہی جماعت ملک کے تمام شعبوں میں "اسلامی مساوات" کا نظام نافذ کر سکے گی - بصورتِ دیگر اُس جماعت کو عوام مسترد کر دیں گے مسلمانوں کی اکثریت اُس جماعت سے بیزار ہو جائے گی -

ہمیں اپنے رہنماؤں اور اداروں کا تعمیری انداز میں تعاقب کرتے رہنا ہے کہ وہ اپنے معاشی نظریہ کو "اسلامی مساوات" کے تابع کر کے جدید ترین معاشی انقلابی نظام تشکیل دیں - جو کہ لوٹ کھسوٹ اور سرمایہ کی دوڑ کے نظام کی ــــ نفی کرتا ہو اور قومی سطح پر قابلِ عمل ہو - اور استحصالی اور منافقانہ قوتوں کے اثر و نفوذ کا خاتمہ کر دے -

پاکستان میں ہم اپنے معاشی نظام کو کس طرح "اسلامی مساوات" کے تابع کر سکتے ہیں - بہ الفاظِ دیگر دورِ حاضر میں قومی اور بین الاقوامی سطح پر پائے جانے والے پیچیدہ معاشی نظاموں کی موجودگی میں ہم کس طرح اپنے معاشی نظام کو "معیشتِ مصطفوی" میں تبدیل کر سکتے ہیں - یہی وہ سوال ہے - جو کہ پاکستان کے معیشت دانوں کو درپیش ہے - اور اُن کیلئے ایک امتحان کی حیثیت رکھتا ہے -

پاکستان کو قائم ہوئے چالیسواں سال شروع ہو چکا ہے - مگر ہمارے معیشت دان "معیشتِ مصطفوی" کی ترتیب و تدوین پر محض اس بنا پر خاطر خواہ کام نہیں کر سکے - کہ انہوں نے کسی ایسے محقق اور مفکر سے استفادہ نہیں کیا - جو کہ قرآن و سنت کی فہم میں تمام محققین سے مستند اور ممتاز ہو - اور جس کی قرآن فہمی غلطیوں سے پاک اور قابلِ سند ہو - خدا کا شکر ہے کہ

آج پوری دنیا پر یہ بات واضح ہو چکی ہے۔ کہ برصغیر میں اعلیٰحضرت مجدّد امام احمد رضا علیہ الرحمہ واحد شخصیت ہیں۔ جنکی قرآن و سُنت کی فہم برصغیر کے تمام علماء کے مقابلہ میں مُستند اور غلطیوں سے پاک صاف ہے۔ جبکہ دوسرے علماءِ برصغیر قرآن فہمی میں بے شمار غلطیوں، خامیوں اور کمزوریوں کے مرتکب ہوئے۔ انہوں نے یہ غلطیاں دانستہ نہیں کیں بلکہ ان کے اندر وسعتِ علمی ہی اتنی تھی ـــــ آج بلاشُبہ یہ بات عالمِ اسلام کے سامنے آچکی ہے کہ برصغیر کے تمام محققین، علماء اور آئمہ میں اعلیٰحضرت مجدّد امام احمد رضا کی حیثیت ایک محققِ اعظم اور امامِ اعظم کی ہے۔ لہٰذا پاکستان کے مسلمان معیشت دانوں سے درخواست ہے۔ کہ وہ اب دیر نہ کریں۔ اور اعلیٰحضرت مجدّد امام کی فکر اور تحقیق سے فائدہ اٹھا کر "معیشتِ مصطفوی" کے لیے اپنی زندگیاں وقف کر دیں۔

○

اِس سلسلہ میں پہلا مؤثر قدم پاکستان کے نامور معیشت دان پروفیسر محمد رفیع اللہ صدیقی ایم۔ اے۔ ایم۔ ایس (کوئنز یونیورسٹی کینیڈا) نے (پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد کے توجہ دلانے پر) اٹھایا۔

اگست ۱۹۷۶ء میں ایک رسالہ "فاضل بریلوی کے معاشی نکات جدید معاشیات کے آئینے میں" تحریر کیا۔ یہ کتاب مرکزی مجلسِ رضا لاہور نے شائع کی۔ پروفیسر محمد رفیع اللہ صدیقی نے اعلیٰحضرت مجدّد امام کے اُن چار نکات کا جائزہ لیا ہے۔ جو انہوں نے مسلمانوں کی اقتصادی زبوں حالی و معاشی بدحالی کو دُور کرنے کیلئے اپنی کتاب "تدبیر فلاح و نجات و اصلاح" میں تحریر فرمائے اور یہ چار نکات ۱۹۱۲ء / ۱۳۳۱ھ کلکتہ سے شائع ہوئے۔

اسلامی ساتھیو! اعلیحضرت مجدد امام کے چار نکات درصل "جدید اقتصادی نظریات" کے فلسفہ پر مبنی تھے۔ حالانکہ "جدید اقتصادی نظریات" کی ابتداء 1930ء کے بعد ہوئی۔ 30-1929ء سے پہلے معاشیات ایک خشک مضمون سمجھا جاتا تھا۔ اور انگلینڈ، امریکہ، فرانس اور جرمنی وغیرہ کا ایک مختصر طبقہ معاشیات کے علوم حاصل کرنے کیطرف مائل تھا۔ لیکن پہلی جنگِ عظیم کے بعد جب مختلف ممالک اقتصادی مشکلات کا شکار ہوئے تو عوام کی توجہ بھی معاشیات کے مضمون کیطرف ہوئی۔ آخر کار ایک وقت ایسا آیا کہ 30-1929ء میں پوری دنیا "عظیم عالمی سرد بازاری" کی لپیٹ میں آگئی۔ عالمی اقتصادی کساد بازاری نے عوام اور معاشی ماہرین کو مجبور کر دیا۔ کہ وہ معاشیات کے شعبہ میں دلچسپی لیں۔ اور اس شعبہ میں تحقیق و تدبر کریں۔ یہی وجہ ہے۔ کہ 1930ء کے بعد معاشیات کا شعبہ عوام میں مقبول ہوا۔ اور یہ مضمون طلبہ و طالبات کے لیے دلچسپی کا باعث بن گیا۔ امریکی ماہرین کی توجہ کا اندازہ تو اس بات سے لگایا جا سکتا ہے۔ کہ وہ یہ سوچنے پر مجبور ہیں۔ کہ "پرائمری سطح ہی سے طلباء کو معاشیات کی تعلیم دی جائے۔"

"عالمی سرد بازاری" پر قابو پانے کیلئے معاشی ماہرین نے تحقیق شروع کر دی اور "بالآخر 1936ء میں ایک انگریز ماہر اقتصادیات مسٹر جے۔ ایم۔ کینز (J-M-KEYNES) نے اپنا مشہور زمانہ "نظریہ روزگار و آمدنی" پیش کیا۔ جو اقتصادیات کے میدان میں ایک انقلاب کا سبب بنا۔ اس انقلابی نظریہ نے حکومتوں کو اس قابل کر دیا۔ کہ وہ اس عالمی سرد بازاری پر مکمل قابو پالیں۔ کینز (KEYNES) کو ان کی خدمات کے صلہ میں تاجِ برطانیہ نے "لارڈ" کے خطاب سے

نوازا ۔ جو کسی بھی انگریز کیلئے اعلیٰ ترین خطاب ہے ۔ اور باعثِ افتخار،،[1]۔
سنہ 1936ء میں انگریز ماہرِ معاشیات نے جو انقلابی نظریہ ،، نظریۂ روزگار و آمدنی ،، پیش کر کے تاجِ برطانیہ سے "لارڈ" کا خطاب حاصل کیا تھا ۔
بالکل یہی نظریہ اعلیٰحضرت مجدد امام کے چار نکات میں موجود تھا ۔ جو کہ سنہ 1912ء میں کلکتہ سے شائع ہوئے ۔ جدید اقتصادی نظریات کی ابتداء سنہ 1930ء کے بعد ہوئی ۔ لیکن اعلیٰحضرت کی فہم و فراست پر قربان جائیں ۔ کہ انہوں نے ان جدید اقتصادی تقاضوں کی جھلک سنہ 1912ء ہی میں دکھا دی تھی ۔
پاکستان کے نامور معاشیات دان پروفیسر محمد رفیع اللہ صدیقی لکھتے ہیں ۔
" اس تمہید سے میری غرض صرف اتنی ہے ۔ کہ ناظرین یہ ذہن نشین کر لیں کہ جدید اقتصادی نظریات کی ابتداء سنہ 1930ء کے بعد سے ہوئی اور یہ بات کس قدر حیرت انگیز ہے ۔ کہ نگاہِ مردِ مومن (اعلیٰحضرت مجدد امام احمد رضا) نے ان جدید اقتصادی تقاضوں کی جھلک سنہ 1912ء ہی میں دکھا دی تھی ۔ اگر سنہ 1912ء سے مولانا احمد رضا خاں بریلوی کے نکات پر غور و فکر کیا جاتا اور اور صاحبِ حیثیت مسلمانانِ ہند اس پر عمل کرتے تو ہندوستانی مسلمانوں کی حیثیت معاشی اعتبار سے انتہائی مستحکم ہوتی ،،[2]
پروفیسر صدیقی صاحب اسی کتاب کے صفحہ 17 پر لکھتے ہیں ۔
" کینز (KEYNES) کو اس کی خدمات کے صلہ میں اعلیٰ ترین

---

1 ۔ کتاب " فاضل بریلوی کے معاشی نکات جدید معاشیات کے آئینہ میں ،، از پروفیسر محمد رفیع اللہ صدیقی صفحہ 11

2 ۔ کتاب " " " " " " " " " " "

خطاب مل سکتا ہے۔ اس بنا پر کہ اُس نے وہ چیز دریافت کرلی تھی۔ جسے چوبیس سال قبل مولانا احمد رضا خاں بریلوی شائع کروا چکے تھے۔ لیکن افسوس کہ مسلمانوں نے اس طرف ذرہ برابر توجہ نہ دی"

اعلیٰحضرت مجدد امام کے چار نکات میں سے ایک یہ تھا۔

"بمبئی، کلکتہ، رنگون، مدراس، حیدر آباد دکن کے تونگر مسلمان بھائیوں کیلئے بینک (BANK) کھولیں"

اس نکتہ پر پروفیسر محمد رفیع اللہ صدیقی اظہار خیال یوں فرماتے ہیں۔

"یہ نکتہ معاشی نقطۂ نظر سے اس قدر اہم ہے۔ کہ ہمیں مولانا احمد رضا خاں کی اقتصادی سوجھ بوجھ کا قائل ہونا پڑتا ہے۔

۱۹۱۲ء میں ہندوستان کے صرف چند بڑے بڑے شہروں میں بینک قائم تھے۔ جنکی ملکیت انگریزوں یا ہندوؤں کے ہاتھوں میں تھی۔ برصغیر میں ۱۹۴۷ء تک کوئی مسلم بینک موجود نہ تھا۔ ۱۹۱۲ء میں بینک اور بینکوں کی اہمیت کا اندازہ لگا لینا کوئی آسان بات نہ تھی۔ لیکن مولانا کی نگاہوں سے معاشیات کے مستقبل کے اس اہم ادارے کی اہمیت پوشیدہ نہ رہ سکی۔ اور انہوں نے مالدار مسلمانوں سے اپیل کی کہ وہ اپنے بھائیوں کیلئے بنک قائم کریں۔ سود کی بے پناہ مضرت رسانیوں کے متعلق مولانا احمد رضا خاں نے اپنی دیگر کتابوں میں تفصیل سے ذکر کیا ہے۔ لہذا یہ امر یہاں واضح ہے۔ کہ مولانا احمد رضا خاں کی مراد ایسا بنک کاری نظام تھا۔ جو غیر سودی بنیادوں پر استوار ہو۔"ع ا

ع ا۔ کتاب "فاضل بریلوی کے معاشی نکات جدید معاشیات کے آئینے میں"، صفحہ ۱۷

پروفیسر محمد رفیع اللہ صدیقی نے اعلیٰحضرت مجدّد امام کے چاروں نکات کی بے حد مفید تشریح و تفصیل پیش کی ہے۔ مسلمان ساتھی جو معاشیات میں دلچسپی رکھتے ہوں۔ اِس کتاب کو ضرور پڑھیں (ملنے کا پتہ:۔ مرکزی مجلسِ رضا لاہور پوسٹ بکس نمبر 5206)

(۱)

بلاسود بنکاری کا عبوری خاکہ تیار کرتے وقت عصرِ حاضر کے نوجوان مُحقق پروفیسر ڈاکٹر محمد طاہر القادری نے جب "بنکاری کی صورتوں" کو سود سے پاک کرنے پر تحقیق کی۔ تو انہوں نے اعلیٰحضرت مجدّد امام احمد رضا کی تحقیق و فکر سے راہنمائی حاصل کی۔

بنکاری کے نظام میں بالعموم جو سود کی قسم پائی جاتی ہے۔ اُس کا نام "ربا النسیئة" یعنی "قرضہ جاتی سُود" ہے ــــ اگر فریقین کے

نوٹ:۔ اگر ۱۹۱۲ء میں مخیر مسلمان اعلیٰحضرت مجدّد امام کے اِس قیمتی نکتہ پر عمل کر کے ایک بنیک قائم کر لیتے۔ تو لازماً وہ اعلیٰحضرت سے اُس بنک کے نظام کو بلاسود بنکاری کے تحت چلانے کے لیے مشورہ بھی لیتے۔ اور یوں اعلیٰحضرت مجدّد امام اُن کو بلاسود بنکاری کا ڈھانچہ تیار کر کے ۱۹۱۲ء ہی میں دے دیتے۔ اور آج وہ ڈھانچہ اُمّتِ مسلمہ کے دکھوں کا مداوا بن جاتا۔

افسوس کہ ایسا نہ ہو سکا۔ اُس دور کے صاحبِ ثروت مسلمانوں نے اپنی صدی کے مُجدّد کے "جدید اقتصادی فلسفہ" کے حامل نکات کی قدر نہ کی۔

درمیان مال کو بطورِ قرض دیا ہو۔ تو پھر اس پہ زیادتی "سود" قرار پاتی ہے۔ اور اگر فریقین کا لین دین "معاملہ قرض" کی بجائے "معاملہ بیع" کی صورت میں ہو تو پھر اس کو سود قرار نہیں دیا جاتا ہے۔ لہٰذا اگر "معاملہ قرض" کو "معاملہ بیع" میں بدل دیا جائے تو "احل اللّٰہ البیع وحرّم الرّبوٰا" کے قرآنی ضابطے کے مطابق کم سے کم سود سے نجات حاصل ہو جاتی ہے۔ اس اہم نکتہ کی تائید کے لیے اعلیٰحضرت مجدّد امام احمد رضا کی تحریر پیش کرتے ہوئے پروفیسر ڈاکٹر طاہر القادری لکھتے ہیں[1]

"اس میں بھی شرط "معاملہ قرض" کی بیان کی گئی ہے۔ مولانا احمد رضا خاں بریلوی سال کے وعدہ پر دس روپے کے نوٹ کے بارے میں بیع کے جواز کی وجہ بیان فرماتے ہوئے لکھتے ہیں:

ہاں جائز ہے۔ جبکہ دونوں حقیقتاً بیع کا ارادہ کریں۔ نہ کہ قرض کا۔ اس لیے کہ بیچنا جائز ہے۔ اصل مال میں زیادتی اور اس میں مدّت کا تعین بھی جائز ہے۔	بلغہ یجوز اذ اقصد.... ---------- ---------- ---------- -- (کفل الفقیہ الفاہم[1])

"معاملہ قرض" کو "معاملہ بیع" میں بدلنے کے بعد اصل زر پر "معیّن نفع" عمل میں لایا جائے یعنی اصل زر پر "احساناً اضافہ" عمل میں لانے سے سود کا حکم باقی نہیں رہے گا۔

نوٹس (NOTES) یعنی ایک، پانچ، دس، پچاس، سو، پانچ سو روپے کے نوٹ وغیرہ اور سرٹیفکیٹس (CERTIFICATES یعنی

---

[1]: کتاب "بلاسود بنکاری (عبوری خاکہ)" صفحہ 74 از پروفیسر محمد طاہر القادری۔

ڈیفینس سیونگ سرٹیفکیٹ، نیشنل ڈیپوزٹ سرٹیفکیٹ، خاص ڈیپوزٹ سرٹیفکیٹ پریمیم سیونگ سرٹیفکیٹ وغیرہ) مال متقوم (ایسا مال جس پر فائدہ حاصل کرنا شرعاً جائز ہو) ہے۔ اب کرنسی نوٹ کی شرعی حیثیت کیا ہے، علامہ ڈاکٹر طاہر القادری مجدد امام احمد رضا کا حوالہ دیکر لکھتے ہیں:[1]

"مولانا احمد رضا خاں بریلوی کرنسی نوٹ کی حقیقت پر بحث کرتے ہوئے رقمطراز ہیں:-

"امّا اصله	اسکی اصل تو معلوم ہے۔ کہ وہ کاغذ کا ایک ٹکڑا
----------	ہے اور کاغذ مال متقوم ہے۔ اور اس سکہ نے
----------	اس سے کچھ زیادہ نہیں کیا۔ مگر یہی کہ لوگوں کی
----------	رغبت اسکی طرف بڑھ گئی۔ اور وقت حاجت کے
----------	لیے محفوظ کیئے جانے کا زیادہ لائق ہو گیا۔ اور
----------	مال کے بھی یہی معنی ہیں یعنی وہ جس کی طرف
----------	طبیعت مائل ہو۔ اور حاجت کے لئے اٹھا رکھنے
----------	کے قابل ہو۔ جیسا کہ البحر الرائق اور شامی وغیرہ
----------	ہما میں ہے۔ اور یہ واضح ہے۔ کہ شریعت نے
----------	کبھی مسلمانوں کو اس سے نہیں روکا۔ کہ اپنے کاغذ
----------	کے ٹکڑے میں جس طرح چاہے تصرف کرے۔
----------	جیسا کہ شراب اور خنزیر کے بارے میں نہی وارد
----------	ہوتی ہے۔ اور مال کے قیمتی ہونے کا مدار بھی
-- (کفل الفقیہ الفاہم 13)	اسی پر ہے۔ جیسا کہ رد المحتار میں ہے۔"

[1] - کتاب: بلا سود بنکاری (عبوری خاکہ) صفحہ 39 - 40 - 41 از پروفیسر محمد طاہر القادری۔

اسی طرح آگے چل کر (مجدد امام احمد رضا) فرماتے ہیں۔

وقد قال	اور محقق علی الاطلاق امام ابن الہمام نے فتح القدیر میں فرمایا ہے۔ کہ اگر کوئی شخص ایک کاغذ کا ٹکڑا ہزار روپے میں بیچے تو یہ بلا کراہت جائز ہے۔ (اگر تحقیق کیجئے تو یہی وہ جزئیہ ہے۔ جسے امام ابن ہمام نے پانچ سو سال پہلے واضح کر دیا) پس وہی کاغذ کا ٹکڑا ہے۔ جو ہزار روپے کا بکتا ہے۔
- - - - - - - - - -	
- - - - - - - - - -	
- - - - - - - - - -	
- - - - - - - - - -	
.... الذی یباع بالف "	
(ایضاً : 14)	

آپ (اعلیحضرت مجدد امام احمد رضا) پھر فرماتے ہیں:۔

فلا ریب ان	تو کوئی شک نہیں کہ نوٹ بذاتِ خود قیمت والا مال ہے۔ جو بکتا ہے۔ اور مول لیا جاتا ہے۔ ہبہ کیا جاتا ہے۔ اور وراثت میں آتا ہے۔ الغرض جتنی باتیں (خصائص وشرائط) دیگر اموال میں جاری ہوتی ہیں۔ وہ سب اس میں جاری ہوتی ہیں۔
- - - - - - -	
- - - - - - -	
- - - - - - -	
... ما یجری فی الاموال	
(ایضاً : 14)	

اب آئیے اس طرف کہ شریعت اسلامیہ کی رو سے "معاملہ قرض" کے سلسلہ میں قرض پر دیئے ہوئے مال پر نفع طلب کیا جاتا ہے۔ خواہ وہ نفع صراحتاً یا متعارفاً مشروط ہو تو یہ دونوں صورتوں میں سود کے زمرے میں داخل ہو جاتا ہے۔

پروفیسر محمد طاہر القادری تحریر کرتے ہیں[1]:

[1] کتاب "بلاسود بینکاری (عبوری خاکہ)" صفحہ 65 از پروفیسر محمد طاہر القادری۔

"مگر اس کے برعکس جب مقروض احساناً زرِ اصل پر اضافہ کرتا ہے۔ تو یہ سرے سے نفع ہی نہیں کہلاتا۔ بلکہ "حسن قضاء" سے تعبیر کیا جاتا ہے۔

آخر میں مولانا شاہ احمد رضا خاں بریلوی کی درج ذیل عبارت قابلِ توجہ ہے۔

آپ فرماتے ہیں :-

اذا قرض ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔	جب ایک شخص نے قرض دیا۔ اور زیادتی کی کوئی شرط عائد نہ کی اور ان کے اگلے عمل در آمد سے زیادہ لینا معروف تھا۔ کیونکہ معروف مثل مشروط ہوتا ہے۔ پھر مقروض نے قرض ادا کیا۔ اور اپنی طرف سے احساناً الگ اور ممتاز اضافہ کیا۔ تو یہ جائز ہے۔ اس میں کوئی حرج نہیں۔ بلکہ یہ اس قبیل میں سے ہے۔ کہ احسان کا بدلہ سوائے احسان کے اور کیا ہوتا ہے۔
۔ ۔ ۔ الا الاحسان (کفل الفقیۃ الفاہم ؛ ۱۱۲)	

اس طرح موجودہ بنکاری میں سودی قرضہ جات کے خاتمہ کیلئے "حسنِ قضا" کا اجرا نہ صرف جائز ہے۔ بلکہ شرعاً ایک مستحسن اقدام ہوگا۔

جیسے پندرھویں صدی کا امامِ معیشت

پیارے اسلامی ساتھیو! دیکھا اعلیٰحضرت مجددِ امام احمد رضا اِس طرح معاشی گتھیوں کو ایک ایک کر کے سلجھا رہے ہیں۔ جیسے کوئی پندرہویں صدی ہجری کا "امامِ معیشت" ان "معاشی محققین" کا ہاتھ پکڑ کر رہنمائی کر رہا ہو۔ جو "معیشتِ مصطفوی" پر کام کرنے کی عبادت میں آج مصروف ہیں۔

یہ بات تو تھی "معاملۂ قرض" اور نظام "حسنِ قضا" کی جس کیلئے اعلیٰحضرت

مجدد امام احمد رضا کی رہنما تحریریں ہمارے سامنے ہیں۔ جن سے استفادہ کر کے موجودہ بنکاری کے نظام میں سودی تصور کے خاتمہ کیلئے اور مختلف اقدامات کئے گئے ہیں۔ جس کے تحت شراکت (PLS) کی بنیاد پر .... CURRENT ACCOUNT اور SAVING ACCOUNT کو قرض حسنہ اکاؤنٹ میں بدلنا ممکن ہوگیا ہے۔

معاملۂ بیع

"معاملہ قرض" میں اعلیٰحضرت مجدد امام کی فکر کی ایک جھلک ہم نے دیکھ لی ہے۔ اب ہم "معاملۂ بیع" کے سلسلہ میں "بیع مرابحہ یا بیع مؤجل جس میں ایک متعین شرحِ نفع ______ (MARGIN OF PROFIT) طے کر لیتے ہیں۔ کی طرف آتے ہیں۔

"کسی مال کو نقد کے مقابلہ میں ادھار پر اضافی قیمت کے ساتھ فروخت کرنا شرعاً جائز ہے۔ کیونکہ یہ بیع ہے قرض نہیں ___ جبکہ ربٰوا (سود) محض قرض پر شرطِ اضافہ سے متحقق ہوتا ہے۔ بیع میں اضافی قیمت سے نہیں"[1]

اِس بحث میں پروفیسر محمد طاہر القادری نے اعلیٰحضرت مجدد امام احمد رضا کی تحریروں کے دو (2) حوالے دیئے ہیں۔

"مولانا احمد رضا خاں اِس ضمن میں فرماتے ہیں۔ پروفیسر صاحب لکھتے ہیں[2]

ان المال الذی	وہ مال جو عام بھاؤ کے حساب سے سب کے نزدیک
- - - - - - -	دس روپے کی قیمت کا ہے۔ ہر شخص کو جائز ہے۔
- - - - - - -	کہ خریدار کی رضامندی سے خواہ اُسے سو روپے
- - - - - - -	میں بیچے یا ایک پیسے کا فروخت کرے۔ شریعت

ع[1]: کتاب "بلا سود بنکاری (عبوری خاکہ) صفحہ 64 ع(2) ایضاً ..... صفحہ 67

..... الشرع المطهر	مطہرہ کیطرف سے اس بارہ میں کوئی روک نہیں۔
قال اللہ تعالیٰ الّا ان تکون	اللہ تعالےٰ فرماتا ہے "مگر یہ کہ کوئی سودا ہو۔
تجارۃ عن تراض منکم	تمہاری آپس میں رضا مندی کا"۔
(کفل الفقیہ: 65)	

(اعلیٰحضرت مجدد امام احمد رضا نے) اِس کا فقہی سبب یہ بیان کیا گیا ہے۔

ان القیمۃ	کسی مال کی قیمت اور ثمن دو جُدا جُدا چیزیں ہیں۔
-----------	اور بائع و مشتری دونوں پر ثمن کے معاملے میں
-----------	قیمت (یعنی بازار کے بھاؤ) کی پابندی لازم نہیں
-----------	ہے۔ (بلکہ ثمن جو چاہیں باہمی رضا مندی سے
-----------	طے کریں) بلکہ انہیں اختیار ہے۔ کہ بازار کے
.... مائۃ جزءھا	بھاؤ سے کئی گنا زیادہ پر رضا مند ہو جائیں۔
(کفل الفقیہ: 67)	یا اس کے سوویں حصۃ پر۔

آخر پروفیسر صاحب نے نتیجہ یہ نکالا کہ

"طے شدہ شرح منافع کی روشنی میں بنک اپنے کھاتہ داروں سے معاہدہ شراکت کرتے ہوئے ان سے بھی اسی اسلوب پر حصۃ نفع کی شرائط طے کر سکتا ہے۔ یہ تعیّن ہرگز ربوا (سود) نہیں ہوگی۔ کیونکہ یہ شرعًا جائز منافع ہیں۔ جو شراکت کی صورت میں حاصل ہوتے ہیں"[1]

ے ۱۔ کتاب "بلاسود بنکاری (عبوری خاکہ) صفحہ 76۔

"معاملہ بیع" اور قومی بچت کی سکیمیں

قومی بچت کی سکیموں (خاص ڈیپازٹ سرٹیفکیٹ واکاؤنٹ، ڈیفنس سیونگ سرٹیفکیٹ، نیشنل ڈیپازٹ سرٹیفکیٹ، ماہانہ آمدنی اکاؤنٹ وغیرہ) کو بہ دست سود سے پاک کرنے کیلئے سودی منافع کے نظام کی بجائے SALE WITH PURCHASE BACK AGREEMENT کے نظام اپنانے کیلئے "حیلہ اسقاط ربوا" پر پروفیسر طاہر القادری نے غور کیا۔ اور مولانا شاہ احمد رضا خاں کی تحریر کا حوالہ بھی پیش کیا۔

فاذا صحّ عن .....

- - - - - - -

- - - - - - -

- - - - - - -

... صلی اللہ علیہ وسلم باقتداہم (کفل الفقیہ: 83)

جب اس چیز پر عمل اور اس کی تعریف بکثرت صحابہ سے ثابت ہے۔ تو اس سے انحراف نہیں کیا جا سکتا۔ اس لیے کہ ہمارے امام ابو حنیفہ کا مذہب صحابہ کرام کی تقلید ہے۔ اور بیشک رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں ان کی پیروی کا حکم دیا ہے۔

قومی بچت سکیموں کو عملی صورت دیتے وقت یہ تو گذشتہ صفحوں میں طے ہو چکا ہے کہ بنک، کرنسی نوٹ، سیونگ سرٹیفکیٹ وغیرہ سب اموال ہیں۔ لیکن کیا یہ اموال ان کی بازاری یا مرقومہ قیمت (FACE VALUE) سے کم یا زیادہ پر خریدنا یا بیچنا بیع و شرائط کے عام شرعی اصولوں کے مطابق جائز ہے۔ لہذا پروفیسر صاحب لکھتے ہیں ؏[1]

" مولانا شاہ احمد رضا خاں فرماتے ہیں۔

؏[1]: کتاب "بلا سود بنکاری (عبوری خاکہ)"، صفحہ 98 تا 101 از پروفیسر محمد طاہر القادری

یجوز بیع النوط	نوٹ پر جتنی رقم لکھی ہوئی ہو اُس سے زیادہ یا کم قیمت پر جسے فریقین باہم رضامند ہو جائیں اُس کا بیچنا جائز ہے۔
------------------	اس لئے پہلے معلوم ہو چکا ہے۔ کہ نوٹوں کا ان معینہ مقداروں کے ساتھ شمار ہونا لوگوں کی اصطلاح اور رواج کی بنا پر وجود میں آیا ہے۔ اور بائع و مشتری دونوں پر ان کے غیر کا کوئی حکم نافذ نہیں ہے۔ جیسا کہ ہدایہ اور فتح القدیر کے حوالے سے گذر چکا ہے۔ لہذا
... من نقص وزیادہ (کفل الفقیۃ: ۵)	ان دونوں کو اختیار ہے کہ کم یا زیادہ جتنا چاہیں ان کے ثمن کا اندازہ مقرر کر لیں۔

(اعلیحضرت مجدد امام احمد رضا کی طرف سے) اسکی وجہ یہ بیان کی گئی ہے۔

ان المال الذی	وہ مال جو عام بھاؤ کے اعتبار سے سب کے نزدیک دس روپے کی قیمت کا ہے۔ ہر شخص کیلئے جائز ہے کہ خریدار کی رضامندی سے اسے چاہے تو سو روپے میں بیچے یا ایک پیسے میں۔ شریعت مطہرہ کی طرف سے اس بارہ میں کوئی روک نہیں ہے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ " مگر یہ کہ کوئی سودا ہو تمہاری آپس کی رضامندی کا " اور بیشک فتح القدیر میں امام ابن ہمام نے فرمایا جیسا کہ اوپر بیان ہو چکا ہے کہ اگر ایک کاغذ ہزار روپے میں بیچے تو بھی

جائز ہے۔ اور اصلاً مکروہ بھی نہیں ــــ اس کا سبب یہی ہے۔ کہ قیمت اور ثمن دو مختلف چیزیں ہیں۔ بائع اور مشتری پر قیمت یعنی بازاری بھاؤ کی پابندی ثمن میں لازمی نہیں ہے۔	--------- --------- ...بھا فیما شاء مناً" (کفل الفقیہ: 65-66)

"اگر ذہن میں یہ سوال پیدا ہو کہ یہ حکم محض "متاع" کیلئے ہے۔ جب کہ نوٹ یا سرٹیفکیٹ اصطلاحاً ثمن ہوتے ہیں۔ تو اس کا جواب یہ ہے۔ کہ جہاں تک سیونگ یا ڈیپازٹ سرٹیفکیٹ کا تعلق ہے۔ وہ تو ہے۔ ہی اصلاً "متاع" اُسے عرف میں ثمن ہی نہیں کہتے اور رہ گیا نوٹ تو یہ بھی اصطلاحاً ثمن ہوتا ہے۔ اصلاً نہیں۔ جبکہ روپیہ اور اشرفی جو سونے چاندی کے ہوتے ہیں۔ وہ اصلاً ثمن کہلاتے ہیں۔ ان کے بارے میں بھی یہ حکم ہے کہ ایک اشرفی جو کم و بیش پندرہ روپے یا اس سے بھی زیادہ قیمت کی ہوتی ہے۔ صرف ایک روپیہ میں بیچی جاسکتی ہے۔ اور اسی طرح ایک روپیہ ایک اشرفی میں بیچا جا سکتا ہے۔ جب یہ بیع جائز ہے۔ تو مخصوص قیمت کا ایک نوٹ یا سرٹیفکیٹ اس سے کم و بیش قیمت پر کیوں نہیں بیچا جاسکتا۔" (کفل الفقیہ: 67-68)

دس کا نوٹ سال کے وعدے پر بارہ روپے میں بیچنا

مذکورہ بالا اصول کے تحت مولانا شاہ احمد رضا خاں فرماتے ہیں۔ کہ "اگر کوئی شخص دس (10) روپے کا نوٹ دوسرے شخص کو سال بھر کے وعدے پر بارہ روپے میں بیچ دے تو یہ جائز ہے"

نعم یجوز اذا قصد ...	ہاں جائز ہے۔ جب کہ دونوں حقیقتاً بیع کا ارادہ کریں۔ نہ کہ قرض کا کیونکہ بیع جائز ہے۔ قیمت میں کمی بیشی بھی جائز ہے۔ اور معین مدت پر ادھار بھی جائز ہے۔ (اور اگر ادائیگی قسط وار تو بھی جائز ہے۔) کیونکہ قسط بندی بھی محض مدت کی تعیین ہے۔ اور کچھ نہیں۔
- - - - - - - -	
- - - - - - - -	
- - - - - - - -	
- - - - - - - -	
الا نوع من التاجیل	
(کفل الفقیہ: 82)	

شاید خیال گزرے

اعلیٰحضرت مجدد امام احمد رضا کی "معیشتِ مصطفوی" سے متعلق مذکورہ بالا تحریروں کے مطالعہ کے بعد شاید کسی کے دل میں یہ خیال گزرے۔ کہ علامہ پروفیسر ڈاکٹر طاہر القادری نے چونکہ اسلامی معیشت کے متعلق تحقیق کر لی ہے۔ لہذا اس سبجیکٹ پر مزید کام کرنے کی کیا ضرورت ہے۔ تو یہ غلط ہے۔ پروفیسر ڈاکٹر قادری صاحب نے دراصل ایک عبوری خاکہ (عارضی خاکہ) دیا ہے۔ اور بنک کاری کا نظام تو "معیشتِ مصطفوی" کا ایک جزو ہے۔ اگر "کل" پر تحقیق ہوگی۔ تو اندازہ کریں کہ کتنا کام کرنا پڑے گا۔ "معیشت" ایک سمندر ہے۔ اور یہاں پر کامیابی فردِ واحد کی کوششوں سے ممکن ہی نہیں ہے۔ لہذا ذمہ دار معاشی ماہرین سر جوڑ کر ایک دوسرے سے تعاون کریں۔ اسلامی معاشی نظام پہ کام کریں۔ اور اعلیٰ حضرت مجدد امام احمد رضا کی فکر و تحقیق سے ضرورت کے مطابق استفادہ کرتے ہوئے دورِ حاضر کیلئے قابلِ عمل اسلامی معاشی نظام کا ایک "مستقل خاکہ" بلکہ ایک "مستقل ڈھانچہ" تشکیل دیں۔ اس کے بعد بھی یہ

نہ سمجھیں کہ ہمارا کام ختم ہو گیا ہے۔ آج کے تیز رفتار دور کی رفتار بڑھتی ہی جا رہی ہے۔ اور ہر پانچ سال کے بعد نئے نئے معاشی مسائل اور معاشی صورتیں جنم لے رہی ہیں۔ لہذا اس شعبہ میں "وقفہ دیئے بغیر" اور "مستقل" بنیاد پر کام جاری رکھنا ہوگا۔ خوشی کی بات ہے کہ مرکزی ادارہ منہاج القرآن نے دوسرے شعبوں کی طرح "معاشی شعبہ" میں بھی تحقیق پر کام جاری رکھنے کا عزم ظاہر کیا ہے۔ قوم و ملک اور اُمت مسلمہ کا درد رکھنے والے معاشی ماہرین ایسے اداروں میں پارٹ ٹائم خدمت کر سکتے ہیں۔

ہمارے ملک کے دیگر دینی ادارے اور اسلامی دار العلوم کے مراکز کا بھی فرض ہے کہ وہ اس طرف توجہ دیں۔ منبر پر بیٹھ کر چند لٹی ہوئی باتوں کو جھگڑا فساد کی شکل میں بیان کئے جانے اور ذرائع ابلاغ میں اخلاق سے گری ہوئی اور بے مقصد مہمات کے کاموں میں وقت ضائع کرنے سے کیا فائدہ .... یہ کام تو وہ کریں۔ جن کے نہ نظریات صحیح نہ عقیدہ صحیح، جن کا مسلک تضادات کا مجموعہ یعنی نہ وہ گھر کے نہ گھاٹ کے۔ ایک پاؤں ایک کشتی میں دوسرا پاؤں دوسری کشتی میں، جن کے اکابرین میں نہ کوئی محقق، نہ کوئی مجدد، اور نہ کوئی مستند علمی شخصیت۔ کیا ضرورت پڑی کہ معمولی باتوں پر اپنا قیمتی وقت ضائع کریں۔ بھٹکے ہوئے گروہوں سے اُلجھنے کی کیا ضرورت ہے گمراہوں کا ہمیشہ یہی طریقہ ہوتا ہے۔ کہ وہ اکثریت کو شعوری یا لاشعوری طور پر معمولی باتوں میں الجھا کر اپنے مقصد حاصل کرتے رہتے ہیں ——۔

اعلحضرت کی تحقیق و فکر عام کرنیکے چار مرحلے

اے حق پرست گروہ کے

مسلمان ساتھیو! خدا کے لیے سمجھو۔ اِس بات کا روزِ قیامت جواب کیا ہوگا۔ کہ ایک علم کا سمندر (اعلحضرت مجدّد امام) اللہ تعالیٰ نے دنیائے اسلام کو عطا کیا۔ لیکن اُس سے عقیدت کا دعویٰ رکھنے والے سمندر کے کنارے پر بیٹھ کر اُس کی صرف لہریں گنتے رہے۔ سمندر میں غوطہ زن نہ ہوئے اور ہیرے، موتی اور لعل کو سمندر کی تہہ میں ہی پڑا رہنے دیا۔ یہ دولت مخلوقِ خدا کیلئے تھی۔ اور اعلحضرت سے گہری عقیدت کا دعویٰ کرنے والوں کا فرض تھا کہ وہ اِس دولت کو سمندر کی تہہ سے نکال کر مخلوقِ خدا پر صرف کرتے۔

اعلحضرت کے علوم پر ہم اتنی تحقیق کریں کہ ہماری نیندیں حرام ہوجائیں۔ اور مسلسل کام کرتے رہنے سے ہمارے چہرے زرد پڑجائیں۔ لیکن افسوس صد افسوس! چودہویں صدی میں ایک محقق اعظم اور مجدّد و امام اُمّتِ مسلمہ خداوند کریم نے ہمیں عطا کیا۔ اور ہم نے اُسکی یہ قدر کی۔ کہ اُسکی ساری کتابیں تک شائع نہ کرا سکے۔ اُس نے ایک ہزار سے زیادہ تحقیقی کتابیں لکھیں۔ اب معتقدین کا یہ کام تھا کہ وہ دنیائے اسلام کے ایک مستند مفکر کی تحقیقات کو عام کرنے کیلئے کم از کم ان چار مرحلوں کو سر کرنے کی اپنی ذمہ داری تو پوری کرتے۔

۱۔ تمام کتابوں کو پہلے من و عن شائع کرنا۔ افسوس یہ کام ابھی تک نہیں ہوا ہے۔

۲۔ پھر اُن کتابوں کو اس طرح شائع کرنا کہ ان کتابوں سے استفادہ کرنیوالے تمام شعبوں کے ماہرین اُس کتاب کو با آسانی پڑھ سکیں۔ یعنی اُن

کتابوں میں قرآن کی آیات اور احادیث کے حوالے اور اُن کے ترجمے، کتاب کے حاشیہ میں شامل ہوں۔ اور مشکل الفاظ کے معانی بریکٹ میں درج ہوں۔

3۔ تیسرا مرحلہ یہ ہوتا ہے۔ کہ ان کتابوں کے خلاصے شائع کیے جائیں۔

4۔ اور چوتھا اور آخری مرحلہ یہ ہوتا ہے کہ اُن کتابوں میں موجود تحقیق اور فکر کو متعلقہ محکموں اور حلقوں میں پہنچانے کیلئے لٹریچر کو عام کر دیا جائے۔ حتیٰ کہ ایک معمولی پڑھا لکھا ایک عام مسلمان بھی کم از کم اپنے محقق کے مرتبہ و مقام سے تو واقف ہو۔

لیکن ہم دیکھ رہے ہیں۔ کہ اعلیٰحضرت مجدد امام احمد رضا کو پردہ فرمائے آج 65 سال سے زیادہ عرصہ ہو چکا ہے۔ لیکن ہم نے پہلے مرحلہ کی اپنی ذمہ داری ابھی تک پوری نہیں کی ہے۔ اعلیٰحضرت کے معتقدین میں اگر دولت مند ہیں۔ تو کیا ان کی دولت اعلیٰحضرت سے مذاق نہیں ہے؟

— معتقدین میں علمائے کرام کی اکثریت بھی اپنے گریبان میں جھانکئے۔ بڑے بڑے دار العلوم تعمیر کر لئے۔ اور مقامی سطح پر لاکھوں کروڑوں روپیہ کسی نہ کسی مد میں اب تک خرچ ہوتا رہا۔ لیکن مذکورہ بالا چار مرحلوں میں سے کسی ایک مرحلہ کے لیے کیا خدمات ہیں؟

— ماضی سے گلہ شکوہ رکھنے والی قومیں پیچھے رہ جاتی ہیں۔ لہذا ہم پچھلی باتوں پر مٹی ڈالتے ہیں۔ اور جو عرصہ ضائع کر لیا ہے۔ اُس کا ماتم نہیں کرتے ہیں۔ لیکن اب صبح کے بھولے ہوئے شام کو تو گھر واپس آجائیں ——— اب بھی معاشی تحقیق سے ویران "شعبۂ معیشتِ مصطفوی" آپکی انتظار میں ہے۔ اور دوسرے شعبے ہماری توجہ

کے متقاضی ہیں - اب بھی وقت ہے۔ کہ اپنی دولت، سرمایہ
دنیاوی آسائش اور علمی مقام کے بتوں کو چوراھے پر جا کر توڑ دیں۔
اور آج ہی سے یہ عہد کریں کہ ہمارا علم، ہماری صلاحیت، ہمارا
جذبہ، ہماری دولت اور ہمارے وسائل ____________
پہلے مذکورہ بالا چار مرحلوں کو مکمل کرنے میں کام آئیں گے۔ اور ان
چار مرحلوں کی تکمیل کے ____ بعد بھی ____ ہماری سوچ یہ
ہونی چاہیئے کہ ابھی بہت کچھ کرنا ہے اور کریں گے ____________

"معاشی مسئلہ اور اس کا اسلامی حل"

اور -------

ایک لفظ کا معنیٰ!
تبدیل ———
پورا معاشی نظام
تبدیل ———

پروفیسر محمد طاہر القادری کا ذکر آیا ہے۔ تو معاشیات میں دلچسپی رکھنے والے بھائیوں سے گذارش ہے کہ ڈاکٹر طاہر القادری صاحب نے معاشی نظام کے متعلق ایک نادر کتاب لکھی ہے۔ نام "معاشی مسئلہ اور اُسکا اسلامی حل" ہے اسکا مطالعہ "معیشتِ مصطفوی" پر کام کرنیوالے معیشت دانوں کیلئے بے حد مفید ہوگا۔

انہوں نے ثابت کیا ہے۔ کہ سرمایہ دارانہ نظام اور اشتراکی نظام دونوں "خود غرضانہ تصورِ ملکیت" کے نظام ہیں۔ جبکہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے جو ہمیں معاشی نظام دیا ہے۔ وہ "نبوی تصورِ ملکیت" ہے۔ ڈاکٹر طاہر القادری لکھتے ہیں۔

" اقتصادی تصورات اور نظریات کی دُنیا میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے جو سب سے اہم انقلاب بپا کیا۔ اور جس نے نظام ہائے معیشت

کی علمی تاریخ کا رُخ موڑ دیا۔ وہ یہی تھا۔ کہ حضور نے اموال کی ملکیت کو "تصورِ امانت" میں بدل دیا"۔[1]

○

اِس مختصر رسالہ "اعلیٰحضرت اور معیشتِ مصطفوی" میں ہم نے اعلیٰحضرت کی مستند اور غلطیوں سے پاک قرآن فہمی کا ذکر کیا ہے۔

اسلامی ساتھیو! اگلی بات توجہ کے ساتھ سننے والی ہے۔ قرآن مجید کی سورہ زخرف کی آیت 32 میں ایک عربی لفظ "سُخْرِیًّا" ہے۔ اِس لفظ کے معنیٰ برصغیر کے تمام علماءِ کرام نے صحیح نہیں کئے۔ بلکہ اِس کا صحیح ترجمہ کرنیوالے صرف اعلیٰحضرت مجدد امام ہیں ـــــ اب یہ لفظ "سُخْرِیًّا" ایسا ہے۔ کہ اگر اِس کے معنیٰ "ہنسی" لے لئے جائیں تو ہمارا معاشی نظام "معیشتِ مصطفوی" کی شکل وصورت میں ہمارے سامنے آجاتا ہے۔ اور اگر اس کے معنیٰ دوسرے تمام مترجمین کیطرح "خدمت" لے لئے جائیں۔ تو پھر سرمایہ دارانہ اور جاگیردارانہ نظام ہمارا مقدر بن جاتا ہے۔

پیارے اِسلامی ساتھیو! آپ سوچ رہے ہوں گے کہ یہ کیا مذاق ہے۔ کہ ایک لفظ کا ایک معنیٰ "معیشتِ مصطفوی" کی نوید دیتا ہے۔ اور دوسرا معنیٰ باطل معاشی نظام کا ترجمان ہے۔ ـــــ لیکن یہ حقیقت ہے۔ اس آیت کے تقابلِ تراجم کتاب "ایک قرآن ایک ترجمہ" کے صفحہ ـــ تا ـــ کا بغور مطالعہ کیجیے۔ مطالعہ کے بعد آپ خود ہی بے ساختہ پکار اٹھیں گے کہ ....!

---

[1] :- کتاب "معاشی مسئلہ اور اُسکا اسلامی حل"، صفحہ 15 از ڈاکٹر محمد طاہر القادری۔

"اے مسلمان معیشت دانو! کیا دیکھ رہے ہو۔ جلدی کرو۔
اور اعلیٰحضرت کی عظیم تحقیق اور وسعتِ علمی سے جھولیاں بھر لو۔
اور پاکستان کیلئے "معیشتِ مصطفوی" پر کام کرنے کیلئے
اعلیٰحضرت مجدد امام احمد رضا بریلوی کی تحقیق و فکر سے وابستہ
ہو جاؤ۔"

سورہ زخرف کی آیت نمبر 32 کا تقابلِ تراجم از علامہ پروفیسر ڈاکٹر محمد طاہر القادری پیشِ خدمت ہے۔ تاکہ معیشت دان بھائیوں کو علم ہو سکے کہ قرآن مجید کی مستند اور غلطیوں سے پاک فہم کا "اسلامی معاشی نظام" سے کیا تعلق ہے۔

(اگلے صفحہ پر تقابلِ تراجم ملاحظہ فرمائیے)

اِن آیات کے مطالعہ کے بعد نتیجہ سامنے ہے

اِسلامی ساتھیو! توجہ کے ساتھ ان تبلیغی درسوں میں تقابلِ تراجم کا مطالعہ کیجئے۔ یہ حسین ترین تقابلی جائزہ

عصرِ حاضر کے عظیم محقق علامہ پروفیسر ڈاکٹر محمد طاہر القادری نے اپنے ایک زوردار خطاب (مدینہ مسجد ساہیوال) میں بیان فرمایا تھا۔ خطاب کے موضوع "کنز الایمان اور اُسکی فنی حیثیت" کے آغاز میں انہوں نے اپنے شیریں لب ہلاتے ہوئے کہا تھا۔

"جو دوست لکھنا چاہیں بہتر ہے۔ اُن کیلئے وہ لکھ لیں"

اسی خطاب میں انہوں نے ذیل کی آیات کا تقابلِ تراجم پیش کیا۔

اَهُمْ يَقْسِمُونَ رَحْمَتَ رَبِّكَ نَحْنُ قَسَمْنَا بَيْنَهُمْ مَّعِيْشَتَهُمْ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَرَفَعْنَا بَعْضَهُمْ فَوْقَ بَعْضٍ دَرَجٰتٍ لِّيَتَّخِذَ بَعْضُهُمْ بَعْضًا سُخْرِيًّا وَرَحْمَتُ رَبِّكَ خَيْرٌ مِّمَّا يَجْمَعُوْنَ (32) سورہ زخرف آیت 32-33

وَلَوْلَا اَنْ يَّكُوْنَ النَّاسُ اُمَّةً وَّاحِدَةً لَّجَعَلْنَا لِمَنْ يَّكْفُرُ بِالرَّحْمٰنِ لِبُيُوْتِهِمْ سُقُفًا مِّنْ فِضَّةٍ وَّمَعَارِجَ عَلَيْهَا يَظْهَرُوْنَ (33)

ترجمہ از ________ (سورہ زخرف آیت 43 / 32-33)

کیا یہ قسمت کرتے ہیں۔ رحمت پروردگار تیرے کی کو، ہم نے بانٹی ہے۔ درمیان ان کے معیشت ان کی بیچ زندگانی دُنیا کے اور بلند کیا ہم نے بعضے انکے کو۔ اوپر بعض کے درجوں میں تو پکڑیں بعضے اُن کے بعضوں کو محکوم اور مہربانی

پروردگار تیرے کی بہت بہتر ہے۔ اُس چیز سے کہ جمع کرتے ہیں ۝۔
اور اگر نہ ہوتا یہ خطرہ کہ ہو جاویں سب لوگ اُمّت ایک البتّہ کرتے ہیں۔
ہم واسطے ان لوگوں کے کہ کفر کرتے ہیں۔ ساتھ کے واسطے گھروں ان کے کے چھتیں چاندی کی اور سیڑھیاں کہ اوپر ان کے چڑھتے ۝۔

(شاہ رفیع الدّین محدث دہلوی)

کیا یہ لوگ آپ کے رب کی رحمت (خاصہ یعنی نبوّت) کو تقسیم کرنا چاہتے ہیں۔ دنیوی زندگی میں (تو) ان کو روزی ہم (ہی) نے تقسیم کر رکھی ہے۔ اور ہم نے ایک کو دوسرے پر رفعت دے رکھی ہے۔ تاکہ ایک دوسرے سے کام لیتا رہے۔ (اور عالم کا انتظام قائم رہے) اور آپ کے رب کی رحمت بدرجہا اس (دنیوی مال و متاع) سے بہتر ہے۔ جسکو یہ لوگ سمیٹتے پھرتے ہیں۔ اور اگر یہ بات متوقع نہ ہوتی کہ تمام آدمی ایک ہی طریقہ کے ہو جاویں گے۔ تو جو لوگ خدا کے ساتھ کفر کرتے ہیں۔ ان کیلئے ان کے گھروں کی چھتیں چاندی کی کر دیتے اور (نیز) زینے بھی جن پر سے چڑھا (اترا) کرتے ۝

(مولانا اشرف علی تھانوی (دیوبندی))

کیا وہ بانٹتے ہیں۔ تیرے رب کی مہر؟ ہم نے بانٹی ہے۔ ان میں روزی ان کی، دنیا کے جیتے، اور اونچے کئے درجے ایک کے ایک سے، کہ ٹھہراتا ہے۔ ایک دوسرے کو کمیرا۔ اور تیرے رب کی مہر بہتر ہے ان چیزوں سے جو سمیٹتے ہیں۔ ۝
اور اگر یہ نہ ہوتا، کہ لوگ ہو جاویں ایک دین پر، تو ہم دیتے ان کو جو منکر ہیں

رحمان سے، ان کے گھروں کو چھت روپے کے، اور سیڑھیاں جن پر چڑھیں۔

شاہ عبد القادر

کیا وہ بانٹتے ہیں - تیرے رب کی رحمت کو - ہم نے بانٹ دی ہے - ان میں روزی ان کی دنیا کی زندگی میں اور بلند کر دیئے درجے بعض کے بعض پر کہ ٹھہراتا ہے - ایک دوسرے کو خدمتگار اور تیرے رب کی رحمت بہتر ہے - ان چیزوں سے جو سمیٹتے ہیں ۔ ٥

اور اگر یہ بات نہ ہوتی کہ سب لوگ ہو جائیں۔ ایک دین پر توہم دیتے ان لوگوں کو جو منکر ہیں - رحمٰن سے اُن کے گھروں کے واسطے چھت چاندی کی اور سیڑھیاں جن پر چڑھیں ٥

مولانا محمود الحسن (دیوبندی)

کیا تیرے مالک کی رحمت کا بانٹنا ان کا کام ہے - (نبوت بھی اللہ کی ایک رحمت ہے) ہم نے دنیا کی زندگی میں ان کی روزی بانٹ دی ہے - اور ان میں ایک کو دوسرے سے کئی درجہ بڑھا کر رکھا ہے - اس سے یہ غرض ہے کہ ان میں ایک دوسرے سے تابعداری کرائے - اور جو (مال و متاع) یہ لوگ (دنیا میں) اکٹھا کرتے ہیں - تیرے مالک کی مہربانی اس سے کہیں بہتر ہے ٥

اور اگر یہ خیال نہ ہوتا کہ لوگ سب ایک طریق پر (کفر پر) ہو جائیں گے۔ تو ہم تو جو کوئی خدا تعالیٰ کو نہیں مانتے انکے گھروں کی چھتیں چاندی کی کر دیتے اور (چاندی کی) سیڑھیاں بھی جن پر چڑھتے (اترتے) رہتے ٥

نواب وحید الزماں حیدر آبادی (اہلحدیث)

کیا تیرے رب کی رحمت یہ لوگ تقسیم کرتے ہیں؟ دنیا کی زندگی میں انکی گزربسر کے ذرائع تو ہم نے ان کے درمیان تقسیم کئے ہیں۔ اور ان میں سے کچھ لوگوں کو کچھ دوسرے لوگوں پر ہم نے بدرجہا فوقیت دی ہے۔ تاکہ یہ ایک دوسرے سے خدمت لیں۔ اور تیرے رب کی رحمت اُس دولت سے زیادہ قیمتی ہے۔ جو (ان کے رئیس) سمیٹ رہے ہیں ۵

اگر یہ اندیشہ نہ ہوتا کہ سارے لوگ ایک ہی طریقہ کے ہو جائیں گے۔ تو ہم خدائے رحمٰن سے کفر کرنے والوں کے گھروں کی چھتیں اور انکی سیڑھیاں جن سے وہ اپنے بالاخانوں پر چڑھتے ہیں۔ (سب چاندی اور سونے کی بنوا دیتے)

(ابوالاعلیٰ مودودی (جماعتِ اسلامی)

کیا تمہارے رب کی رحمت وہ بانٹتے ہیں۔ ہم نے ان میں انکی زلسیت کا سامان دنیا کی زندگی میں بانٹا۔ اور اُن میں ایک دوسرے پر درجوں بلندی دی۔ کہ ان میں ایک دوسرے کی ہنسی بنائے۔ اور تمہارے رب کی رحمت اُن کی جمع جتھا سے بہتر ۵

اور اگر یہ نہ ہوتا کہ سب لوگ ایک دین پر ہو جائیں تو ہم ضرور رحمٰن کے منکروں کے لئے چاندی کی چھتیں اور سیڑھیاں بناتے جن پر چڑھتے ۵

اعلیٰحضرت مجدد امام احمد رضا (بریلوی)

تقابلِ تراجم

(۱)

(از پروفیسر ڈاکٹر محمد طاہر القادری سرپرست ادارہ منہاج القرآن)

قرآن کی مقصدیت، کنزالایمان کی مقصدیت

اس (کنزالایمان کے اردو) ترجمہ کی مقصدیت یہ ہے۔ کہ قرآن حکیم کی آیات یا مضمون ایک خاص بات کو بیان کرنا چاہتا ہے۔ ایک تصور ایک تھیوری بیان کرنا چاہتا ہے۔ ترجمہ اس انداز سے ہونا چاہیئے۔ لفظوں کا چناؤ ترجمہ میں لفظوں کی ترکیب اور ترتیب ایسی ہونی چاہیئے کہ جو مفہوم قرآن ذہن نشین کرانا چاہتا ہے۔ وہی مفہوم سامع اور قاری کے ذہن میں پیدا ہو جائے۔ یعنی جو مقصد قرآن بیان کر رہا ہے وہی مقصد من وعن ترجمہ کے ذریعے آشکار ہو جائے۔ اس کو کہتے ہیں۔ قرآن کی مقصدیت۔ اب قرآن کی مقصدیت کا حوالہ ایک اور واقعہ کے ضمن میں عرض کرتا ہوں۔

سپریم کورٹ فیڈرل شریعت بنچ

میں پچھلے دنوں سپریم کورٹ فیڈرل شریعت بنچ میں ایک کیس کے سلسلہ میں مشورہ کی خاطر بلایا گیا تھا۔ قابلِ توجہ بات ہے۔ وہاں کیس یہ پیش تھا کہ "اسلام میں ملکیت کی حدود جائز ہے۔ یا نہیں۔ زمین کی زرعی اصلاحات جو ہوئی تھی۔ تو زمین کی تحویل ملکیت کو محدود کیا جاسکتا ہے۔ یا نہیں کیا جاسکتا۔

ایک فاضل وکیل زمین کو محدود کرنے کو ناجائز قرار دیتے ہوئے قرآن و حدیث سے اپنا استدلال پیش کر رہے تھے۔ اس ضمن میں انہوں نے سورہ زخرف کی آیت نمبر 32 اور 33 کا حوالہ پیش کیا۔ وہ یہ تصور واضح کرنا چاہتے تھے کہ اللہ تعالیٰ ہی نے کسی کو غریب بنایا اور اور کسی کو امیر بنایا۔ کسی کو مال و دولت پر حکمرانی دی۔ کسی کو مفلس و قلاش بنایا۔ کسی کو ضرورت سے زائد

دیا۔ اور کسی کو بھوکا رکھا۔ کہ کھانے کو بھی نہ ملے اور یہ اللہ تعالیٰ کی مشیت ہے۔ عزت وامارت کی یہ تقسیم اس حد تک بھی خدا کی معیشت اور اُس کے نظام معیشت کے عین مطابق ہے۔ ——

لہذا جب خدا کی ذات نے کسی کو بہت زیادہ دیا ہے۔ اور کسی کو کھانے پینے کی ضرورت سے بھی محروم رکھا ہے۔ تو آپ کو کیا حق ہے۔ کہ ملکیتوں کو محدود کر کے ہر ایک پر ضرورتوں کو یکساں تقسیم کرتے پھریں۔ اس تصور کو واضح کرتے ہوئے۔ انہوں نے قرآن کی اس آیت کا سہارا لیا۔

اَهُمْ يَقْسِمُونَ رَحْمَتَ رَبِّكَ ۚ نَحْنُ قَسَمْنَا بَيْنَهُمْ مَّعِيشَتَهُمْ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَرَفَعْنَا بَعْضَهُمْ فَوْقَ بَعْضٍ دَرَجٰتٍ لِّيَتَّخِذَ بَعْضُهُمْ بَعْضًا سُخْرِيًّا ۗ

آیت کا پس منظر

آیت کا پس منظر یہ ہے۔ کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جس گھرانہ سے تعلق رکھتے تھے، وہ گھرانہ بہت مالدار لوگوں کا نہ تھا —— اس گھرانہ کے مقابلہ میں ظاہری مال و دولت اور ثروت کی کثرت کے اعتبار سے اور قریش موجود تھے۔ اب (دوسرے) قریش تو مالدار تھے۔ اجارہ دار تھے۔ سرمایہ دار تھے۔ مال و دولت جن کے گھر کی باندی تھی۔ اور وہ دنیا کی ہر قدر کو مال و دولت کی کثرت یا قلت کے پیمانے پر رکھنے کے عادی تھے۔ اور "رَفَعْنَا بَعْضَهُمْ فَوْقَ بَعْضٍ دَرَجٰتٍ" —— تم میں سے کسی کو زیادہ دیا۔ کسی کو کم دیا —— مال و دولت میں کسی کو بلند رتبہ کیا۔ کسی کو کم کیا۔ یہ فرق ہے۔ درست ہے —— "لِّيَتَّخِذَ بَعْضُهُمْ بَعْضًا سُخْرِيًّا ۗ" —— (ترجمہ جو فاضل وکیل نے کیا) "اور ہم نے ان میں سے کچھ لوگوں کو کچھ دوسرے

لوگوں پر فوقیت دی ہے - تاکہ یہ ایک دوسرے سے خدمت لیں - یعنی ایک دوسرے سے تابعداری کرائے یا ایک دوسرے سے کام لیتا رہے"۔

(عربی لفظ "سُخرِیًّا" کا ترجمہ ہر مترجم نے خدمت لینا، تابعداری کرانا لیا ہے - جبکہ اعلیحضرت نے "ہنسی بنانا" ۔۔۔ "مذاق اڑانا" لیا ہے -)

اب اس آیت کا ترجمہ یہ کر کے اُس فاضل وکیل نے یہ مفہوم بیان کیا کہ جب ہم نے معیشت کا سامان تقسیم کیا - کسی کو زیادہ اور کسی کو کم دیا - تاکہ کچھ لوگ دوسروں کی ہمیشہ خدمت کرتے رہیں - اور کچھ لوگ خدمت لیتے رہیں - تاکہ کچھ دوسروں کے کام آتے رہیں - کچھ آقا بنے رہیں - کچھ غلام بنے رہیں - کچھ کام لینے والے بنے رہیں - کچھ کام کرنے والے بنے رہیں - کچھ سرمایہ دار ہی بنے رہیں - کچھ عمر بھر مزدور ہی رہیں - یہ طبقاتی تصوّر غربت و امارت کا مستقل نظام کے طور پر قائم رکھا -

قادری صاحب آپکا موقف کیا ہے

(فاضل) وکیل نے اِس آیت سے استدلال کیا کہ ہم نے کسی کو غریب اور کسی کو امیر اس لیے بنایا تا کہ غریب امیروں کا کام کرتے رہیں۔ اور وُہ کہنے لگے کہ جب خدا نے غریبوں کو غریب اس لیے رکھا ہے کہ وہ امیروں کا کام کرتے رہیں۔ یا سادہ لفظوں میں جاگیرداروں کے حُقّے گرم کرتے رہیں۔ جاگیرداروں کی خدمت کرتے رہیں۔ اُن سے اپنی عصمتیں لٹواتے رہیں۔ اُن سے اپنی غیرتوں کے سودے کرواتے رہیں۔ ہم نے تو غریب اس لئے رکھے ——— انہوں نے جب قرآن کی اِس آیت سے استلزام کیا اور دلیل کیلئے تمام مترجمین کا ترجمہ پیش کر دیا۔ جتنے مترجمین اُس وقت AVAIL ABLE (مہیّا) تھے۔ جس کا ترجمہ اٹھایا یہی تھا کہ یہ غربت و امارت اس لیے رکھی کہ یہ لوگ دوسروں کے کام آتے رہیں۔ کام کرتے رہیں۔

جب اُس نے بیان کر دیا اور اپنی تھیوری کو ESTABLISH (قائم) کر چکا تو پوری عدالت میری طرف متوجہ ہوئی۔ انہوں نے مجھ سے پوچھا قادری صاحب! آپ کا موقف اس آیت کے ترجمہ و مفہوم میں کیا ہے ——— میں نے کہا کہ میں تو اس سے مختلف معنی عرض کرتا ہوں۔ وُہ کہنے لگے۔ کیا؟ میں نے عرض کیا کہ میرے نزدیک اِس آیت کا مضمون اس کا مفہوم و معنی یہ ہے کہ خدا کی ذات غربت و امارت کی تقسیم کی بنا پر جو ظلم جو غرور و تکبّر اُن کے اندر پیدا ہو گیا تھا۔ اُسے توڑتے ہوئے فرما رہی ہے۔ کہ کیا خدا کی رحمت تم نے تقسیم کی ہے۔ درُست ہے۔ کہ ہم نے تمہیں مال و دولت دیا۔ کسی کو

غریب بنایا۔ کسی کو امیر بنایا۔ لیکن خدا فرماتا ہے کہ "لِیَتَّخِذَ بَعْضُهُم بَعْضًا سُخْرِيًّا"

کیا ہم نے تمہیں امیر اور غریب اس لیے بنایا۔ کیا اس لئے عزت و امارت کی تقسیم کی کہ تم امیر ہو کر غریبوں کا مذاق اڑاتے پھرو۔ تم غریبوں کی قسمتوں کا مذاق اڑاؤ۔ جس غریب کو پیسہ کم ملا وہ عزت نہیں پا سکتا۔

ظالمو! بدبختو! خوف کرو۔ ہم نے تمہیں دولت دی۔ کسی کو زیادہ دی کسی کو کم دی۔ تو بتاؤ زیادہ دولت والے خدا کا شکر کرنے کی بجائے وہ غریبوں کی غربت کا مذاق کیوں اڑاتے ہیں۔ ہم نے دولت میں کمی بیشی اس لیے نہیں کی کہ تم میں سے کچھ لوگ کچھ لوگوں کا مذاق اڑائیں۔ تو خدا کی ذات تو عزت و امارت کی اس غیر فطری تقسیم کے نظام کو رد کر رہی ہے۔ اور اسے کافرانہ تصور قرار دیکر طعن کر رہی ہے"

انہوں (فاضل وکیل) نے کہا کہ گویا آپ نے "سُخْرِيًّا" کا معنیٰ مذاق کا کیا ہے۔ میں نے کہا "جی ہاں" تو اس وکیل نے کہا کہ قادری صاحب کے پاس اس معنیٰ کی دلیل کیا ہے۔ میں نے کہا کہ پہلی دلیل تو اس معنی کی یہ ہے۔ کہ قواعد ترجمہ کی رو سے اس معنیٰ کو غلط ثابت نہیں کیا جا سکتا ہے۔ پھر میں نے قرآن پاک کی پانچ (5) آیات پیش کیں۔ جن میں "سُخْرِيًّا" کیلئے ہر جگہ "مذاق اڑانے" کا معنیٰ تھا۔ اس کے بعد میں نے انہیں یہ کہا کہ یہ ترجمہ اصول و قواعد کے اعتبار سے درست ہے۔ پس منظر اور سیاق و سباق کے اعتبار سے درست ہے۔ اس میں کوئی سقم نہیں۔ اگر کوئی اور مترجم اس کا ترجمہ یوں کرتا ہے۔ تو مجھے بھی حق ہے۔ کہ قواعد ترجمہ کو ملحوظ رکھتے ہوئے میں اس کا ترجمہ ان مطالبوں کے مطابق بھی کروں

ایک اہلحدیث عالم چونک اُٹھے

عدالت نے کہا آپ کا موقف درست ہے۔ ہم آپ کی بات مانتے ہیں۔ لیکن کوئی اور مُترجم بھی آپ کے اس تصور کی تائید کرتا ہے؟۔
وہاں اہلحدیث مکتبۂ فکر کے ایک عالم مولانا محمد حنیف ندوی بیٹھے تھے۔ وہ چونک اُٹھے ——— عدالت کو کہنے لگے "خدا کی قسم اس ترجمہ اور مفہوم جو قادری صاحب نے بیان کیا ہے۔ مجھے چونکا دیا۔ کہ ایک لُطف آگیا۔ دل چاہتا ہے کہ قرآن کا مفہوم یہی ہے۔ قرآن یہی بات بیان کرنا چاہتا ہے لیکن میں چاہتا ہوں کہ کسی مترجم کی اگر تائید مل جائے تو پھر مزا ہی اور آجائے گا"
میں نے کہا جتنے ترجمے آپکی میز پر ہیں ان کو اٹھا کر دیکھنا شروع کریں۔ شاید اعلیٰحضرت (مجدد امام احمد رضا بریلوی) کا ترجمہ اس کی تائید میں مل جائے۔ مجھے اُمید تھی کہ یہ تصور جو خدا کے نظام معیشت کی عظمت پر دلالت کر رہا ہے۔ اس عظمت کا صحیح معنوں میں احساس کرنے والا فرد جس قدر اعلیٰحضرت ہے۔ شاید کوئی اور نہ ہو۔ انہوں نے ترجمے اٹھائے۔ شاید بیس پچیس (20—25) کے قریب ترجمے موجود تھے۔ جو ترجمہ اٹھاتے وہیں "خدمت" کا معنیٰ لکھا ہوتا۔ جو اٹھاتے "خدمت" کا معنیٰ لکھا ہوتا۔

سپریم کورٹ میں اعلیٰحضرت کا ترجمہ نہیں تھا

سارا میز جب خالی ہو چکا تو اعلیٰحضرت کا ترجمہ دکھائی نہیں دیا۔ (اے اعلیٰحضرت کے زبانی کلامی ماننے والو!) آپ لوگوں کے لیے قابلِ صد افسوس ہے۔ ایسے ترجموں کو اپنی مسجدوں کی الماریوں کی زینت بنا کر اپنی تقریروں کا موضوع بنا کر اور صرف اپنے گھروں

میں ہی سجا کر اس کی عظمت کا ڈنکا بجانے والو! یہ تمہارا فرض تھا کہ ہر اہلِ علم کے حلقہ میں اسے پہنچایا ہوتا۔ یہ قصور آپ کا ہے۔ کسی اور کو قصوروار کبھی نہ ٹھہرائیے گا۔ یہ طریقہ ہی غلط ہے۔ آپ کا کہ جس معاملہ میں آپ پیچھے رہ جاتے ہیں۔ آپ دوسروں کی سازش قرار دیتے ہیں۔[1] دوسرا کوئی سازش کرے یا نہ کرے کیوں سوچتے ہو اس انداز سے — اپنے گریبان میں جھانکیں کہ کہیں آپ کے طریق کار میں کوئی کمی تو نہیں رہ گئی ہے۔ اگر آپ کے ہاں کوئی قصور ہے۔ آپ کی تبلیغ و دعوت ناقص ہے۔ آپ کا اندازِ بیان ناقص ہے۔ آپکی تعلیم ناقص ہے۔ اس وجہ سے آپ کا کنزالایمان اوپر نہیں جاسکا۔ کسی اور کی سازش کا کوئی دخل نہیں یہ نااہلیت ہے۔ تو ہماری اپنی ہے۔

1: دوسروں کی سازش کا ذکر تو بعد میں ہونا چاہیئے۔ پہلے اپنا جرم تو دیکھیں۔ کتنا بڑا جرم اور سانحہ ہے۔ کہ چودھویں صدی میں ایک عظیم مجدّد امام احمد رضا پیدا ہوا۔ لیکن آج پینسٹھ (65) سال کے طویل عرصہ بعد ہم اسکی تمام کتابوں کو شائع نہیں کرسکے۔ ان کے ترجمے، تشریح اور خلاصے پیش نہیں کرسکے۔ افسوس صد افسوس۔ اگلی صدی شروع ہو چکی ہے۔ لیکن ہم پچھلی صدی کے مجدّد کی فکر، تحقیق اور تعلیم کو مسلمانوں کے بچہ بچہ تک نہیں پہنچا سکے۔ آخر آخر اعلیٰحضرت کی ہزار کتابوں کو کوئی اور مخلوق شائع کرے گی۔ اعلیٰحضرت کے ماننے والوں نے سینکڑوں دارالعلوم اور دینی مدارس کھول رکھے ہیں۔ مگر کوئی بتا سکتا ہے۔ کہ ہر درس میں کتنا تحقیقی کام ہر سال ہوتا ہے۔ اور ہر درس ہر سال کتنی اعلیٰحضرت کی کتابوں کے خلاصے شائع کرتا ہے۔ اسکے ترجمے اور حاشیے شائع کرتا ہے۔ حالانکہ ہر درس کے علماء اپنے ناموں سے اپنی پسند کے موضوعات پر کتابیں شائع کر کے اپنا اپنا

میں نے کہا کہ آپ کے ہاں تو اعلیٰحضرت کا ترجمہ ہے ہی نہیں۔ تو کس طرح کریں ـــــ میں نے کہا کہ ابھی آدمی بھیج کر راولپنڈی سے اعلیٰحضرت کا ترجمہ منگا لیجئے۔ اتنی دیر میں عدالت کا وقت ختم ہو گیا۔ اور صبح تک بات ملتوی ہوگئی۔ شام کو اعلیٰحضرت کا ترجمہ آگیا۔ سپریم کورٹ کے جو چیئرمین تھے۔ صبح ان کے پاس اعلیٰحضرت کا ترجمہ تھا۔ اور وہ مبارک باد دے رہے تھے۔ کہ اعلیٰحضرت نے "سخریا"، کا معنی "مذاق کرنا"، کیا تھا۔ اور پھر میرے جی میں آیا کہ اگر اعلیٰ حضرت نے یہ ترجمہ کیا تو اسکی کوئی اصل بھی موجود تھی۔

ترجمہ آئمۂ قرآن کے مطابق

میں نے تلاش کیا تو شیخ سعدی کے ترجمہ کا فارسی میں بھی مفہوم یہی تھا۔ اوپر گیا۔ تو امام المفسرین حضرت امام قرطبی نے بھی "سخریا" کا

(بقیہ حاشیہ) قد کاٹھ بڑھانے میں تو مصروف ہیں، مگر اعلیٰحضرت کی عظیم فکر اور تحقیق پر مبنی کتابوں کو گھر گھر پہنچانے کا پروگرام کتنے دینی مدرسوں نے جاری رکھا ہوا ہے۔ ہر دینی مدرسہ میں دو علماء اور ایک مفتی کو صرف اعلیٰ حضرت کی کتابوں کے ترجمے اور خلاصے پیش کرنے کے کام پر مستقل مامور کر دیا جائے۔ تو دینی مدرسوں کیلئے یہ کوئی مشکل نہیں ہے۔ عوام کے چندوں کے علاوہ اب تو حکومت کی طرف سے بھی امداد ملتی ہے۔ آخر منصوبہ بندی کا ذہن بالکل ہی ناپید کیوں ہو گیا ہے۔ خدا کیلئے اب بھی ہوش کیجئے۔ اور ہر دینی مدرسہ یہ اعلان کرے کہ وہ آج سے اعلیٰحضرت کی کتابوں پر تحقیق اور نشر و اشاعت کا ایک مستقل شعبہ قائم کر رہا ہے۔ فتاویٰ رضویہ ہی میں بے شمار حوالے، حدیث اور عبارات ایسی ہیں۔ کہ ان کے ترجمے اور خلاصے علیحدہ علیحدہ کتابوں میں شائع کرنے کی اشد ضرورت ہے۔ اسی کام کو کیا جائے تو کتابوں کی تعداد سینکڑوں تک پہنچتی ہے۔ اور اعلیٰ حضرت کی کتابوں کے دوسرے مسودات

یہی معنٰی لیا تھا۔

اعلیٰحضرت! آپ کی وسعتِ نظر اور

(اعلیٰحضرت!) آپکی کمالِ فہم (قرآن)

کی عظمتوں کی داد دیں۔ کہاں کہاں تیری نظر گئی۔ جو مسائل تیرے دور میں ابھی چھڑے بھی نہ تھے۔ تو نے ایسا ترجمہ کیا کہ آئندہ پیدا ہونے والے مسائل کا جواب دے دیا۔

(بقیہ حاشیہ) اہلِ علم اور جید علماءِ کرام کو حسرت بھری زبانِ حال سے اپنی طرف متوجہ کر رہے ہیں مگر ہمارے جید علمائے کرام ہیں۔ کہ اپنی ڈیڑھ اینٹ کی الگ مسجد بنانے میں مصروف ہیں۔ اور اعلیٰحضرت سے محبت و عقیدت کا دم بھرتے ہیں۔ خدا کے بندو! خالی محبت و عقیدت کیا کریگی۔ عمل کون کریگا۔ یہ دولت مند طبقہ جن کو اللہ تعالیٰ نے اعلیٰحضرت کے عظیم و برتر مقام سے آشنا کیا ہوا ہے۔ اُن کی دولت کب کام آئے گی۔ کیا اُنکی دولت قبر میں ساتھ جائے گی ـــ اب بھی وقت ہے۔ کہ یہ دولت مند اپنی دولت اعلیٰحضرت کی فکر اور تحقیق کو عام کرنے کیلئے ایک ایسے عظیم الشان ادارہ کے قیام میں صرف کر دیں۔ جو کہ دنیا میں تحقیق اور نشر و اشاعت کا سب سے بڑا ادارہ ہو۔ جس ادارہ میں علماء کے مختلف گروہ اعلیٰحضرت کی کتابوں کے موضوعات تقسیم کر کے تحقیق میں رات دن ایک کر دیں۔ خدا کے بندو پہلے چودہویں صدی کے مجدد کی پوری طرح قدر کر کے تو دکھاؤ۔ کیا قیامت کے دن تمہارے علم اور تمہاری دولت تمہارے منہ پر نہ مار دی جائیگی۔ کہ تم نے ایک مستند، جامع اور قابلِ اعتبار مجدد کی فکر اور تحقیق کو عام فہم کر کے مسلمانوں کے ایک ایک فرد تک کیوں نہیں پہنچایا تھا۔

پروفیسر محمد رفیع اللہ صدیقی جیسی فکر اور دردِ دل رکھنے والے معیشت دانو !

آپ نے ساری زندگی معاشیات کا مضمون اعلیٰ کلاسوں میں پڑھا ہے اور پڑھایا ہے ۔

کیا کبھی آپ نے ایسا دیکھا یا سنا ہے ۔ ایمان سے بتائیے ـــــ

کہ ایک لفظ کا معنیٰ تبدیل کر دیا جائے تو پورا نظام ہی تبدیل ہو جائے ۔

خدا کے لیے اس طرف توجہ فرمائیے اور اپنے ساتھیوں کو بھی اس کی دعوت دیجئے ۔

اعلیحضرت کی فہم و فراست اور وسعتِ علمی پر عقل تو یہی کہے گی کہ یہ کیسے ممکن ہے کہ ایک شخص تمام شعبوں میں تحقیق کو چار چاند لگا دے ۔ ایک ہزار سے زائد کتابیں لکھے ، اور اُسکی فہم و ذکاء کا یہ عالم ہو کہ قرآن و سنت کی تشریح میں جو بھی اُس کی زبان سے لفظ نکلے وہ غلطیوں اور خامیوں سے پاک ہو ــ عقل کو یہ حق حاصل ہے ۔ کہ وہ ایک ناممکن امر پر حیران و ششدر ہو جائے ۔ لیکن عقل کے علم میں جب یہ بات لائی جاتی ہے ۔ کہ اعلیحضرت مجدد امام کا قلم تھا ۔ لیکن اللہ تعالیٰ کا فیضان اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خصوصی توجہ تھی ۔ یہی وجہ ہے ۔ کہ اُسکے قلم سے قرآن و سنت کی تشریح و تفصیل بیان کرنے میں کہیں غلطی اور ندامت سرزد نہیں ہوئی ۔ تو وہ اپنا سرِ نیاز خم کر دیتی ہے ۔

میری یہ تحریر مسلمان معیشت دانوں کو آٹا میں نمک کے برابر بھی متوجہ کر سکے تو میں یہ سمجھوں گا ۔ کہ عوام کی طرف سے معیشت دانوں کو "معیشتِ مصطفوی صلی اللہ علیہ وسلم" کی طرف متوجہ کرنے کا آغاز ہو گیا ہے ۔

آمین !

سلطان المجاھد

ابو سلطان المجاھد

طاہری ـــــــ

مصطفےٰ جانِ رحمت پہ لاکھوں سلام

سلام

مصطفےٰ جانِ رحمت پہ لاکھوں سلام — شمعِ بزمِ ہدایت پہ لاکھوں سلام

اُن کے ہر نام و نسبت پہ نامی درود!
اُن کے ہر وقت و حالت پہ لاکھوں سلام

اُن کی بالا شرافت پہ اعلیٰ درود — اُن کی والا سیادت پہ لاکھوں سلام

مردِ خیلِ طریقت پہ بے حد درود
فردِ اہلِ حقیقت پہ لاکھوں سلام

جس کی منبر ہوئی گردنِ اولیاء — اُس قدم کی کرامت پہ لاکھوں سلام

نورِ جاں عطرِ مجموعہ آلِ رسول!
میرے آقائے نعمت پہ لاکھوں سلام

کاش محشر میں جب اُنکی آمد ہو اور — بھیجیں سب اُنکی شوکت پہ لاکھوں سلام

مجھ سے خدمت کے قدسی کہیں ہاں رضاؔ
مصطفےٰ جانِ رحمت پہ لاکھوں سلام

(از:۔ اعلیٰحضرت مجدّد امام)

"زلزلہ" اور "زیر وزبر" کے بعد

پیارے طلباء اور نوجوان ساتھیو!

قرآن مجید کا ترجمہ کرنے میں علمائے دیوبند و وہابیہ نے بنیادی غلطیاں کرکے امت مسلمہ کے اندر جو انتشار پیدا کر دیا ہے۔ وہ کتاب "ایک قرآن ایک ترجمہ"، کے مطالعہ کے بعد بالکل واضح صورت میں ہمارے سامنے آجاتا ہے۔ دراصل یہ لوگ ایک عام عالم دین تو تھے۔ لیکن تحقیق و فکر کے اُس مقام پر فائز نہ تھے۔ جہاں تائید خداوندی اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خصوصی توجہ حاصل ہو جاتی ہے۔ یہی وجہ ہے۔ کہ انہوں نے نہ صرف قرآن مجید کے ترجمہ و مفہوم بیان کرنے میں بنیادی غلطیاں کرکے مسلمانوں کو گروہوں میں بانٹ دیا۔ بلکہ ان کا ذہن اور مذہب تضاد کا شکار ہو کر رہ گیا۔

اب آپ سوچ رہے ہوں گے کہ کیا علمائے دیوبند و وہابیہ کا خود ساختہ مذہب و نظریہ واقعی تضادات کا مجموعہ ہے؟

سوچنے کی کیا ضرورت ہے۔ آج ہی علامہ ارشد القادری کی کتاب "زلزلہ"، اور پھر انکی دوسری کتاب "زیر وزبر"، کا مطالعہ کریں۔

جو نوجوان طالب علم ابھی تک اس شک میں مبتلا ہو کہ علمائے دیوبند وہابیہ کا مذہب متضاد نظریوں کا پلندہ نہیں ہے۔ تو اُسے چاہئیے کہ وہ ارشد القادری کی کتاب " زلزلہ " کا مطالعہ کرے اگر اس آسان نسخہ پر عمل کر کے بھی کوئی بھائی اپنا شک دُور کرنے کی زحمت نہیں کرتا ہے تو پھر " اپنے آپ پر ظلم " کا وہ خود ذمہ دار ہے۔

" زلزلہ " یہ وہی کتاب ہے۔ جس کو پڑھنے کے بعد دیوبندیوں کے مقبول رسالے " ماہنامہ تجلّی دیوبند " کے سابق ایڈیٹر مولانا عامر عثمانی نے دیوبند مذہب کے اُن واقعات کو دیوار پر مارنے کی رائے دی تھی۔ جو اپنے بزرگوں کی عظمت واضح کرنے کیلئے بیان کئے گئے ہیں۔ اور جو اپنے اندر وہی دیومالائی رنگ رکھتے ہیں۔ جس کی وجہ سے بریلوی مسلک کو ناقص اور گمراہ قرار دیا گیا تھا۔ مولانا عامر عثمانی نے تحریر کیا تھا۔

" حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی، حضرت مولانا اشرف علی تھانوی جیسے بزرگ جب فتوے کی زبان میں بات کرتے ہیں۔ تو ان احوال و عقائد کو برملا شرک، کفر بدعت و گمراہی قرار دیتے ہیں۔ جن کا تعلق۔

—— غیب کے علم اور —— روحانی تصرف اور ——

—— تصورِ شیخ اور —— استمدادِ بالارواح

جیسے امور سے ہے۔ لیکن جب طریقت و تصوف کی زبان میں کلام کرتے ہیں تو یہی چیزیں —— عین امر واقعہ —— عین کمال ولایت اور عین علامتِ بزرگی —— بن جاتے ہیں

ماہنامہ تجلّی دیوبند۔ دسمبر، نومبر 1976ء

کالجوں اور یونیورسٹی کے طلباء

علامہ ارشد القادری کی کتاب "زلزلہ" کی مقبولیت کا اندازہ اس سے لگایا جاسکتا ہے۔ کہ مخالفین نے اس کے جواب میں چھ سے زیادہ کتابیں لکھی ہیں۔ اس کے باوجود وہ "زلزلہ" کا جواب ابھی تک نہیں دے سکے ہیں۔

"زلزلہ"، "زیروزبر" اور "تبلیغی جماعت" ان تینوں کتابوں کے اثرات زائل کرنے کیلئے ایک خاص لابی کالجوں اور یونیورسٹی کے طلباء میں علم غیب — الہام — کشف — اور وحی کے موضوعات کی خود ساختہ تشریح کو مختصر اور آسان الفاظ میں بیان کرنے پر کام کر رہی ہے۔ اب طلباء اور نوجوانوں کے پاس اتنا وقت تو ہے۔ نہیں کہ وہ مزید تحقیق کریں۔ اور ان موضوعات پر بڑی مفصل اور مدلل کتابوں کا مطالعہ کریں۔ ان مسائل پر اعلیٰحضرت مجدد امام احمد رضا نے تحقیق کی انتہا کر کے مخالفین کو ہمیشہ ہمیشہ کیلئے خاموش کر دیا ہے۔ لیکن شر اور شیطان کا طریق واردات ہوتا ہے۔ کہ وہ دبک کر بیٹھ جاتا ہے۔ اور جب بھی وقت ملتا ہے۔ داؤ لگاتا ہے۔ حق پرست گروہ کے ذمہ دار افراد کا فرض ہے۔ کہ وہ ہر شعبہ ہائے زندگی پر گہری نظر رکھیں۔ جہاں شیطانی حملے نئے نئے بہروپ میں نظر آئیں وہیں پر اہل علم اسی انداز سے اس کا دفاع کریں۔

لہذا

علامہ ارشد القادری ایسے قلم کار کی پھر ضرورت ہے۔ کہ وہ ایک ایسی کتاب تحریر کرے کہ جو مذکورہ بالا موضوعات پر مختصر ترین پرکشش کتاب ہو۔ جو آرٹ پیپر پر جدید انداز میں طبع ہو۔ تاکہ کالج اور یونیورسٹی کے طلباء کو ہر سطح پر متوجہ کر سکے۔ کتاب میں سب سے پہلے صحیح عقائد ہوں۔ پھر غلط عقائد کیساتھ موازنہ ہو۔ اسکے بعد قرآن وسنت کی روشنی میں عام فہم دلائل ہوں۔ اور باطل تصورات کا رد ہو۔ وغیرہ

پانچ منصوبے

پانچ منصوبے

نہ علم ہے۔ نہ عمل ہے۔ نہ وسائل ہیں۔ بس ایک جذبہ ہے۔ جس کے تحت میں نے اپنی ذات کے سامنے پانچ منصوبے رکھے ہوئے ہیں۔ جن پر اپنی استطاعت و ہمت کے مطابق کام کرنے کی کوشش کرتا رہتا ہوں۔

پہلا منصوبہ

پہلے منصوبہ کا تعلق میری ذات سے ہے۔ جس کے تحت میں تصنیف و تالیف کے کام میں مصروف ہوں۔ اس منصوبہ کے تحت حسب ذیل کتابیں شائع ہو چکی ہیں۔

1۔ ایک قرآن ایک ترجمہ جلد اوّل
2۔ ایک قرآن ایک ترجمہ جلد دوم
3۔ ذمہ دار حکومت یا تاریخ دان
4۔ اعلیٰحضرت اور معیشتِ مصطفوی

حسب ذیل تالیفات زیر کتابت ہیں۔

1۔ ارباب سیاست توجہ کریں۔
2۔ علمائے کرام کی خدمت میں۔
3۔ موازنہ قرآن فہمی۔

یہ کتابیں زیر تالیف ہیں۔

1۔ سپریم مین۔ 2۔ سپر مین چودھویں صدی۔
3۔ سپر مین پندرہویں صدی۔ 4۔ بدعتوں کا اصل مخالف۔

5 - تین گروہ اور بدعتیں - 6 - چوتھا گروہ کفار
7 - مجددّ امام اور دو قومی نظریہ - 8 - سیاسی انتشار اور فرقہ پرستی کے خاتمہ کا واحد فارمولا -
9 - موازنہ حدیث فہمی -

دوسرا منصوبہ

دوسرے منصوبے کا تعلق "مورخینِ حق" سے ہے۔ پاکستان میں "برصغیر پاک و ہند" کی تاریخ کی جو کتابیں ماضی میں سکولوں اور کالجوں کے تعلیمی نصاب میں شامل رہی ہیں۔ اُن میں حقائق کے خلاف واقعات بیان کئے گئے ہیں۔ اور ایک گہری سازش کے تحت قوم کے نونہالان و نوجوانان اور طلباء کو غلط اور غیر مستند تاریخ پڑھائی جاتی رہی ہے۔ لہذا دوسرے منصوبے کے تحت ہم سب مسلمانوں کا فرض بنتا ہے۔ کہ ہم پاک و ہند کے "مورخینِ حق" کو تاریخ کی سچی اور مستند کتابیں لکھنے کی طرف متوجہ کریں۔ اس سلسلہ میں ہم نے مختلف تاریخ دانوں سے خط و کتابت کی ہے۔ اور مورخین اور خصوصاً حکومت کو متوجہ کرنے کیلئے ایک مختصر رسالہ "ذمہ دار حکومت یا تاریخ دان" تحریر کرکے شائع کیا ہے۔

تیسرا منصوبہ

تیسرے منصوبے کا تعلق معیشت دانوں سے ہے۔ پاکستان کے موجودہ ظالمانہ اور منافقانہ استحصالی معاشی نظام کے مقابلہ میں ہمارے معیشت دانوں کو چاہیئے کہ وہ اسلامی معاشی نظام "معیشتِ مصطفوی" پر کام

کریں۔ معیشت دانوں کو اس طرف متوجہ کرنے کیلئے اُن سے خط و کتابت کا پروگرام ہے۔ اور ایک مختصر رسالہ "اعلیٰحضرت اور معیشتِ مصطفوی" شائع کیا ہے۔ مسلمان بھائیوں سے درخواست ہے۔ کہ وہ بھی خط و کتابت اور دیگر ذرائع سے معاشی ماہرین کی اس طرف توجہ مبذول کرائیں۔

چوتھا منصوبہ

چوتھے منصوبے کا تعلق سیاست دانوں سے ہے۔ بے مقصد سیاست کاری کی حوصلہ شکنی اور بامقصد سیاست کے استحکام کیطرف متوجہ کرنا ہے۔ سیاست دانوں کی توجہ کیلئے ایک رسالہ "سیاست دان توجہ کریں" زیر کتابت ہے۔ سیاست دانوں سے خط و کتابت بھی جاری ہے۔

پانچواں منصوبہ

پانچویں منصوبے کا تعلق ہمارے قابلِ احترام "علماءِ حق" سے ہے۔ اُن سے خط و کتابت جاری ہے۔ اور انہیں متوجہ کرنے کیلئے ایک رسالہ "علمائے کرام کی خدمت میں" زیر کتابت ہے۔

پیارے مسلمان ساتھیو! یہ پانچ منصوبے بہت اہم ہیں۔ اِن کا یہاں اِس کتاب میں ذکر کرنے کا مقصد صرف یہ ہے کہ ہر مسلمان بھائی اپنے چوبیس گھنٹوں میں سے ایک دو گھنٹہ نکال کر ان منصوبوں پر اپنے طور پر کچھ نہ کچھ کام کرتا رہے تو اِن شاء اللہ اِس سے ایک تو ہمارے تاریخداں، معیشت داں، سیاست کار اور علماءِ کرام اپنے فرائضِ منصبی کا بھرپور احساس کرینگے۔ عوام کی دلچسپی کو دیکھ کر تحقیق کے میدان میں اُن کے حوصلے بلند تر رہیں گے۔ اور اِس طرح تحقیق کا کام جو سالوں میں ہوگا مہینوں میں ہو جائے گا۔

1 - ایک قرآن ایک ترجمہ جلد اول

2 - ایک قرآن ایک ترجمہ جلد دوئم

3 - ایک قرآن ایک ترجمہ مکمل
478 صفحات

4 - ذمہ دار حکومت یا تاریخ دان

5 - "اعلیحضرت اور معیشت مصطفوی"

تصانیف

تقابل تراجم تسمیہ، سورہ فاتحہ اور سورہ بقرہ تا
مشہور آیات

سورہ توبہ تا الناس مشہور آیات

حکومت اور مورخین متوجہ ہوں

معیشت دان اور علماء متوجہ ہوں

زیر کتابت

تصانیف
ارادہ سلطان المجاہد طاہر

6 - ارباب سیاست توجہ کریں

7 - علمائے کرام کی خدمت میں

تصانیف

سیاست دان متوجہ ہوں

علمائے کرام توجہ فرمائیں

زیر تالیف

8 - سپر مین

10 - سپر مین پندرہویں صدی

12 - تین گروہ اور بدعتیں

14 - مجدد امام اور دو قومی نظریہ

16 - موازنہ حدیث فہمی

9 - سپر مین چودہویں صدی

11 - بدعتوں کا اصل مخالف

13 - چوتھا گروہ کفار

15 - سیاسی انتشار اور فرقہ پرستی کا واحد فارمولا

17 - موازنہ قرآن فہمی

فکر

ناشر:- دفتر لائبریری: رضا و طاہر

اراد ہاؤس۔ چوک رحمانیہ

ٹیکسٹائل ملز۔ فیصل آباد (پاکستان)

تصانیف

از ارادہ مصطفیٰ المجاہد طاہری

تصانیف

۱ - ایک قرآن ایک ترجمہ جلد اوّل

تقابل تراجم تسمیہ، سورہ فاتحہ اور سورہ بقرہ تا مشہور آیات

2 - ایک قرآن ایک ترجمہ جلد دوئم

سورہ توبہ تا الناس مشہور آیات

3 - ایک قرآن ایک ترجمہ مکمل 478 صفحات

جلد اوّل و دوئم

4 - ذمہ دار حکومت یا تاریخ دان

حکومت اور مورخین متوجہ ہوں

5 - "اعلیٰحضرت اور معیشت مصطفوی"

معیشت دان اور علماء متوجہ ہوں

زیر کتابت

6 - ارباب [illegible] توجہ کریں

سیاست دان متوجہ ہوں

7 - علمائے کرام کی خدمت میں

علمائے کرام توجہ فرمائیں

تصانیف

8 - سیریز

10 - سیریز پندرہوں صدی

12 - تین گروہ اور بدعتیں

14 - مجدد امام اور دو قومی نظریہ

16 - موازنہ حدیث فہمی

زیر تالیف

9 - سیریز چودہویں صدی

11 - بدعتوں کا اصل مخالف

13 - چوتھا گروہ کفار

15 - سیاسی انتشار اور فرقہ پرستی کا واحد فارمولا

17 - موازنہ قرآن فہمی

فکر

دفتر لائبریری: رضا و طاہر

ارادہ ہاؤس - چوک رحمانیہ

ٹیکسٹائل ملز - فیصل آباد (پاکستان)